حقیقی تعلیماتِ اسلامیہ امامیہ کا بے باک ترجمان

ماہنامہ

دقائق اسلام

سرگودھا

مئی ۲۰۱۶ء



زیر انتظام

جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا

باب التفسیر

غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

یہ درست ہے کہ خواص (سمجھدار دیندار لوگ) ایسا نہیں کرتے، مگر بعض عوام کو دیکھا گیا ہے کہ وہ علم مبارک بلکہ تعزیہ و ذوالجناح کو سجدہ کرتے ہیں اور وہ اسے سجدۂ تعظیمی کا نام دیتے ہیں۔

سو واضح ہو کہ شریعتِ مقدسہ اسلامیہ میں ہر قسم کا سجدہ تعبیدی ہو یا تعظیمی خالق کائنات کے ساتھ مختص ہے۔ اور کسی بھی مخلوق کے لیے حتی کہ نبیؐ و امامؑ کے لیے بھی جائز نہیں ہے۔

اس موضوع پر ہم نے بڑی تفصیل کے ساتھ ''احسن الفوائد فی شرح العقائد'' میں بحث کی ہے۔ یہاں اس کا ایک شمہ درج کیا جاتا ہے۔

ارشادِ قدرت ہے:

فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا

خدا کے لیے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔

نیز ارشادِ قدرت ہے:

وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا

''یقیناً سجدہ گاہیں اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو''۔ (سورۃ الجن)

''اَلْمَسَاجِدَ'' سے مراد اعضاءِ سجدہ ہیں۔ یعنی پیشانی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور پاؤں کے دونوں انگوٹھے۔ (کافی، تفسیر صافی، تفسیر قمی)

اور ''فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا'' کے معنی امام رضا علیہ السلام نے یہ بیان فرمائے ہیں:

فَلَا تُشْرِکُوْا مَعَ غَيْرِهٖ فِیْ سُجُوْدِکُمْ عَلَيْهَا

یعنی ''فلا تدعوا......'' کا مطلب یہ ہے کہ ان اعضاء سجدہ پر خدا کے علاوہ کسی اور کا سجدہ کر کے شرک نہ کرو۔ (اربعین شیخ بہائی شرح حدیث)

یہ آیت مبارکہ اس بات پر نص صریح ہے کہ ہر قسم کا سجدہ خدا کے ساتھ مخصوص ہے۔

پورا دفتر حدیث موجود ہے، کوئی ایک روایت بھی غیر اللہ کے سجدہ کرنے کے جواز پر موجود نہیں ہے، اور نہ کوئی ایسا واقعہ موجود ہے کہ کسی نبی یا امام نے کسی شخص سے اپنا سجدہ کرایا ہو، یا کسی نے کرنا چاہا ہو اور انھوں نے اجازت دی ہو۔ اس کے برعکس چہاردہ معصومین علیہم السلام کے حالاتِ زندگی میں بیسیوں ایسے واقعات ملتے ہیں کہ کئی مرتبہ کم عقل و کم علم ارادت مندوں نے ان ذواتِ مقدسہ کو سجدہ کرنا چاہا (ظاہر ہے کہ وہ سجدۂ تعظیمی ہی تھا) مگر انھوں نے ان کو ایسا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی۔

اور ساتھ ہی یہ وضاحت کر دی کہ:

فَلَا تَسْجُدْ لِیْ وَاسْجُدْ لِلْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ

''مجھے سجدہ نہ کر بلکہ اس حی و قیوم کو سجدہ کر جس کے لیے موت نہیں ہے''۔ (اِرشادِ رسولِ مقبول ﷺ بحوالہ دیلمی و کنزالعمال وغیرہ)

اُسْجُدْ لِلّٰهِ وَلَا تَسْجُدْ لِیْ

''اللہ کو سجدہ کر، اور مجھے سجدہ نہ کر''۔ (ارشادِ جناب امیر علیہ السلام، عمادالاسلام ج ا ص ۳۳۵)

جنابِ رسولِ خدا ﷺ کا یہ فرمان بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ: ''اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا روا ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں''۔ (اصول کافی)

ایک مشہور شبہ کا ازالہ

اس سلسلہ میں اہلِ زیغ و ضلال ہمیشہ ملائکہ اور والدینِ یوسفؑ کے سجدوں سے استدلال کیا کرتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی عظیم الشان مخلوق کو سجدہ تعظیمی کرنا جائز ہے۔ اس کے متعلق دوگزارشات عرض کرنا ہیں:

پہلی یہ کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کی متعدد روایات سے واضح ہوتا ہے کہ جناب آدمؑ کو قبلہ بنایا گیا تھا اور سجدہ خدا کو کرایا گیا تھا۔ چنانچہ علامہ مجلسیؒ حیات القلوب ج ا ص ۴۴ پر ایک طویل حدیث کے ضمن میں امام حسن عسکری علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں:

نبود سجدہ ایشاں از برائے آدم بلکہ قبلۂ ایشاں بود از برائے خدا سجدہ می کردند و امر نمود حق تعالیٰ کہ بجانب او رُو آورند

یعنی ''ملائکہ کا سجدہ آدم کے لیے نہ تھا، بلکہ سجدہ خدا کو تھا، اور حکم خدا سے آدمؑ کو قبلہ بنایا گیا تھا''۔

اور والدین و برادرانِ یوسف کا سجدہ سجدۂ شکر تھا، جو انھوں نے جناب یوسف علیہ السلام کو زندہ اور مسند اقتدار پر قابض دیکھ کر خدا کی بارگاہ میں ادا کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو العروۃ الوثقیٰ)

دوسری یہ کہ اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ سجدۂ تعظیمی تھا، تو جن شریعتوں میں یہ جائز تھا، وہ اب منسوخ ہوچکی ہیں۔ لہٰذا اب ان سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ علامہ مجلسیؒ حیات القلوب ج ا ص ۲۶ طبع نولکشور لکھنؤ پر مباحثِ طویلہ کے بعد لکھتے ہیں:

محتمل است کہ سجدۂ تحیت در امم سابقہ مجوز بودہ باشد و دریں امت حرام شدہ باشد و احادیث بسیار بر نہی از سجدہ از برائے غیرِ خدا وارد شدہ

یعنی ممکن ہے کہ بعض سابقہ امتوں میں یہ سجدۂ تعظیمی جائز ہو، مگر اس امت (اسلامیہ) میں اسے بہرحال حرام قرار دے دیا گیا ہے، اور بہت سے احادیث میں وارد ہے کہ غیر خدا کے لیے سجدہ جائز نہیں ہے۔

علاوہ بریں یہ بات بھی واضح ہے کہ:

فاحفظہ فانہ بالحفظ جدیر
و لا ینبئك مثل خبیر

ویسے عقلاً بھی اگر دیکھا جائے تو بات بالکل واضح ہے کہ جب کوئی عام عبادت غیر اللہ کے لیے جائز نہیں ہے تو جو افضل عبادت نماز کا افضل رکن ہو (سجدہ)

باقی صفحہ ۳۹ پر

باب التفسیر

عفوو درگزر کی ترغیب

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الۡجَہۡرَ بِالسُّوۡٓءِ مِنَ الۡقَوۡلِ اِلَّا مَنۡ ظُلِمَ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ سَمِیۡعًا عَلِیۡمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنۡ تُبۡدُوۡا خَیۡرًا اَوۡ تُخۡفُوۡہُ اَوۡ تَعۡفُوۡا عَنۡ سُوۡٓءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیۡرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّ نَکۡفُرُ بِبَعۡضٍ ۙ وَّ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ حَقًّا ۚ وَ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا مُّہِیۡنًا ﴿۱۵۱﴾ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ لَمۡ یُفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡہُمۡ اُولٰٓئِکَ سَوۡفَ یُؤۡتِیۡہِمۡ اُجُوۡرَہُمۡ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۵۲﴾ (سورۃ النساء: ۱۴۸ تا ۱۵۲)

ترجمۃ الآیات

اللہ علانیہ بدگوئی کو پسند نہیں کرتا سوائے اس کے جس پر ظلم ہوا ہو (کہ اس کے لیے ظالم کی بدگوئی جائز ہے) اللہ بڑا سننے والا، بڑا جاننے والا ہے۔ (۱۴۸)

اگر تم کوئی نیکی ظاہر کرو، یا اسے چھپاؤ، یا کسی برائی سے درگزر کرو تو بے شک اللہ (بھی) بڑا معاف کرنے والا، بڑا قدرت والا ہے۔ (۱۴۹)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان تفریق کریں، اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ (ایمان وکفر کے) درمیان کوئی راستہ نکالیں۔ (۱۵۰)

یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقی کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ (۱۵۱)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کی، یہی وہ لوگ ہیں جنھیں وہ (اللہ) ان کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور اللہ تو ہے ہی بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا۔ (۱۵۲)

تفسیر الآیات

اِنۡ تُبۡدُوۡا خَیۡرًا...... الآیۃ

عفو و درگزر کی ترغیب

تم نیکی کو ظاہر کرو، یا چھپاؤ، یا کسی برائی سے درگزر کرو، بے شک اللہ معاف کرنے والا، بڑی قدرت رکھنے والا ہے۔ نیکی میں ہر قسم کی نیکی داخل ہے۔ خواہ وہ نیکی ہو جو تم نے کسی سے کی ہو، یا وہ جو کسی دوسرے نے تم سے کی ہو، اسے ظاہر کرو، یا چھپاؤ، یا کسی کی برائی سے درگزر کرو، اللہ تو بہرحال اسے جانتا ہی ہے۔ گویا اس انداز میں جس مظلوم کو ظالم کی شکایت اور لوگوں سے اس کے ظلم کی حکایت کرنے کی اجازت دی گئی تھی، اسے عفوو

درگزر کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے ۔ جیسا کہ ایک اور جگہ ارشادِ قدرت ہے:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ط وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ (سورۃ نحل:۱۲۶)

اگر تم (ظالم سے) بدلہ لینا چاہو تو اتنا لو جتنا اس نے ظلم کیا ہے اور اگر صبر کرو (معاف کردو) تو یہ چیز صبر کرنے والوں کے لیے بہت اچھی ہے ۔ وہاں صبر و ضبط سے کام لینے کی اور یہاں عفو و درگزر کرنے کی بہتری و برتری بیان کی جارہی ہے ۔

بے شک قانونِ مکافات کے تحت اور ظلم و جور کا خاتمہ کرنے کی خاطر مظلوم کو شکایت کرنے اور عدالت میں ظالم کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق حاصل ہے، اور اس طرح ظلم رُک جاتا ہے، اور اس کا انسداد ہو جاتا ہے ۔ مگر ظالم و مظلوم کے دلوں میں اس ظلم اور اس کے نتیجہ میں قانونی کارروائی کا اثر باقی رہ جاتا ہے، جو آئندہ کسی وقت بھی لڑائی جھگڑے کا سبب بن سکتا ہے ۔ مگر عفو و درگزر کی اعلیٰ اخلاقی تعلیم و تلقین کا یہ دیرپا اور فطری نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ دو سخت دشمن دو مخلص دوست بن جاتے ہیں ۔ جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ (سورۃ حٰمٓ السجدۃ: ۳۴)

تم احسن طریقہ پر دشمن کا دفاع کرو ۔ اس طرح تم اور تمہارا دشمن مخلص دوست بن جاؤ گے ۔

سچ ہے: ع

در عفو لذتے است کہ در انتقام نیست

جس طرح خدا باوجود انتقام کی قدرت رکھنے کے عفو و درگزر کرتا ہے، اسی طرح اگر تم بھی ظالم کی شکایت و حکایت کا حق رکھتے ہوئے بھی اسے معاف کردو تو یہ بہت بہتر ہے ۔

کفار و مشرکین کے مختلف اقسام کا بیان

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ ...... الآیۃ

اس آیت مبارکہ میں کفار و مشرکین کی مختلف قسموں کا تذکرہ کیا جارہا ہے ۔

ایک قسم ان کفار کی ہے جو نہ خدا کو مانتے ہیں اور نہ اس کے رسولوں کو ۔

دوسری قسم ان کافروں کی ہے جو بظاہر خدا کو تو مانتے ہیں، مگر اس کے کسی نبی و رسول کو نہیں مانتے ۔

اور تیسری قسم ان کافروں کی ہے جو بظاہر خدا کو بھی مانتے ہیں اور بعض انبیاء کو بھی، مگر دوسرے بعض کو نہیں مانتے ۔ جس طرح یہود و نصاریٰ کہ اوّل الذکر جو خدا کو ماننے کے ساتھ حضرت موسیٰؑ اور ان سے سابقہ انبیاء کو مانتے ہیں، مگر جناب عیسیٰؑ اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانتے ۔

اور ثانی الذکر خدا کے علاوہ جناب عیسیٰؑ اور ان سے پہلے انبیاء کو مانتے ہیں مگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانتے اور اس طرح وہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کرنا چاہتے ہیں کہ بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور اس طرح وہ کفر و ایمان کے درمیان کوئی تیسرا راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں ۔ جیسا کہ ہر دور میں کفر و اسلام کو باہم ملانے والے اور ان کی معجون

مرکب بنانے والے لوگ رہے ہیں۔ اور اب بھی ہیں۔ مگر خالق و مالک نے دوٹوک لفظوں میں واضح کر دیا ہے کہ یہاں یہ دو رنگی اور دوعملی نہیں چل سکتی۔ اللہ کے رسولوں کا انکار کر کے توحید کا اقرار کرنا، یا بعض انبیاء کا انکار کر کے دوسرے بعض کا اقرار کرنا، ایسے لوگوں کو کفر کے دائرہ سے نکال کر حلقہ بگوش اسلام نہیں بنا سکتا، یہ سب حقیقی اور پکے کافر ہیں۔ لہٰذا ماننا ہے تو سب کو مانو، اور انکار کرنا ہے تو سب کا انکار کرو۔ ع

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہوجا

کیونکہ وحی و نبوت کا انکار کر کے خدا کی ذات و صفات کی صحیح معرفت اور اس کی عبادت کے صحیح طریقہ کار کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ ایمان بالرسل بھی ضروری ہے۔ اور پھر خدا کے مقرر کردہ ایک نبی و رسول کا انکار کرنا سب کے انکار کے مترادف ہے۔ لٰذا ایسے سب لوگ پکے کافر ہیں اور کافروں کے لیے خدا نے ذلت آمیز عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ کیونکہ بے شک اسلام غیروں کے ساتھ بھی عدل و انصاف اور احسان و رواداری کرنے کا علمبردار ہے۔ مگر وہ اصولوں پر سودابازی کرنے کا قائل نہیں ہے۔ وہ برملا کفر اور اس کے غلط رسم و رواج سے جہاں اپنی برائت و بیزاری کا اعلانِ عام کرتا ہے، وہاں مُسلمانوں کو اپنے قومی تشخّص کے برقرار رکھنے اور اسلامی شعائر کی حفاظت کرنے اور قرآنی عبادات و معاملات پر قائم رہنے کا سختی سے حکم بھی دیتا ہے۔ کیونکہ دنیا و آخرت کی فوز و فلاح اور نجات و نجاح کا دار و مدار اسلام پر ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ

جو بھی اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرے گا اس کا دین ہرگز قبول نہیں ہوگا اور آخرت کے دن اسے نقصان اٹھانا پڑے گا۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ...... الاٰیۃ

ان اہلِ ایمان سے مراد وہ مُسلمان ہیں جو پیغمبر اسلام ﷺ کے فرمان کے مطابق جہاں خالق دوجہان اور مالک کون و مکان پر ایمان رکھتے ہیں، وہاں اس کے تمام انبیاء و مرسلین پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ ان کی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے درمیان تفریق کے قائل نہیں ہیں۔ وہ "یومنون بما انزل من قبلك" کے قائل ہیں اور اسی پر عامل ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ نجات کا دار و مدار اسلام پر ہے اور اعمال کی قبولیت کا انحصار عقائد و ایمان کی صحت پر ہے۔ انہی کو خداوند عالم ان کے ایمان و عمل کے مطابق اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔ لہٰذا وہ ایسے لوگوں کے حساب کتاب میں عفو و صفح سے کام لے گا اور سخت گیری نہیں کرے گا۔

ایضاح

مخفی نہ رہے کہ یہاں خدا نے کفار کی جو اس بات پر مذمت فرمائی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کرتے ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ پر تو ایمان لاتے ہیں مگر اس کے پیغمبروں پر ایمان نہیں لاتے۔ اس

باقی صفحہ ۳۹ پر

باب الحدیث

پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنا

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

① حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے: پڑوسیوں کے حق ادا کرنے سے رزق وسیع ہوتا ہے۔

(اصول کافی)

② حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرئیل امینؑ نے مجھے پڑوسیوں کے بارے میں اس قدر وصیت کی کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ اسے میری وراثت میں بھی شامل کردیں گے۔ (اصول کافی)

③ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے، فرمایا:

① جو شخص خدا اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو اذیت نہ پہنچائے۔

② جو شخص خدا اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کا احترام کرے۔

③ جو شخص خدا اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ کلمۂ حق کہے، یا خاموش رہے۔

(اصول کافی)

④ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا: پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرنے سے عمریں بڑھتی ہیں اور شہر آباد ہوتے ہیں۔ (اصول کافی)

⑤ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: پڑوسیوں سے حُسنِ سلوک کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ ان کو اذیت نہ پہنچائی جائے، بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ ان کی ایذا رسانی سے صبر کیا جائے۔ (اصول کافی)

وفیہ کفایۃ لمن لہ ادنیٰ درایۃ

☆

باب المسائل

مختلف دینی و مذہبی سوالات کے جوابات

مطابق فتویٰ: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی

سائل: آصف رمضان راوی روڈ لاہور

سوال: ہماری فقہ میں ظہرین اور مغربین کی نمازیں اکٹھی کیوں پڑھی جاتی ہیں۔ اگر انھیں علیحدہ علیحدہ وقت فضیلت پر پڑھیں تو ان کی فضیلت میں کتنا فرق ہے؟

جواب، باسمہ سبحانہ: دو نمازوں کا اکٹھا پڑھنا یقیناً جائز ہے مگر ان کا وقت فضیلت پر علیحدہ علیحدہ پڑھنا یقیناً افضل ہے۔

سوال: ایام عزا کے دوران ایام عزا کے علاوہ کالا لباس پہننے کے احکام بیان فرمائیں۔

جواب، باسمہ سبحانہ: کالا لباس مذموم ہے تین چیزوں کے علاوہ۔ ① عمامہ پگڑی، ② موزے ③ عبا۔ باقی ہر قسم کا کالا لباس مکروہ ہے۔

سوال: کالے جوتے پہننا صرف گناہ ہے یا اس میں کوئی گنجائش ہے؟

جواب، باسمہ سبحانہ: کالے جوتے پہننا گناہ نہیں، بلکہ صرف مکروہ ہے۔

سوال: ہم نے آج تک یہ سن رکھا ہے کہ دو نبی زندہ ہیں، حضرت خضرؑ اور حضرت عیسیٰؑ۔ مگر ایک شخص کہتا ہے کہ چار نبی زندہ ہیں، باقی دو نبی کون سے ہیں؟

جواب، باسمہ سبحانہ: یہ اس شخص سے پوچھیں جس نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے۔

سائل: سید علی ابوذر نقوی ضلع ملتان

سوال: تقلید کس عمر میں واجب ہوتی ہے اور اس کے کیا احکام ہیں؟

جواب، باسمہ سبحانہ: جس عمر میں تکلیف شرعی لاگو ہوتی ہے اور احکام شریعت کی تعمیل واجب ہوتی ہے۔ یعنی جب آدمی بالغ و عاقل ہوتا ہے، اسی وقت تعمیل احکام کی خاطر اجتہاد یا تقلید یا احتیاط واجب ہوتی ہے۔

سوال: اعتکاف کیا ہے، اس کی شرائط کیا ہیں؟

جواب، باسمہ سبحانہ: ماہِ مبارک رمضان میں کم از کم تین دن کسی جامع مسجد میں بیٹھا جاتا ہے، دن کو روزہ رکھا جاتا اور رات دوسرے اوقات میں دل کھول کر معبود حقیقی کی عبادت کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔ اور کسی شرعی اور عرفی ضرورت کے بغیر مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہوتا۔

سوال: کیا دور نبوی میں کلمہ، اذان میں علی ولی اللہ تھا، اگر نہیں تھا تو ہم کیوں پڑھتے ہیں؟

جواب، باسمہ سبحانہ: کلمہ میں علی ولی اللہ کلمہ ایمانیہ کا جز ہے، جبکہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کلمہ اسلامیہ کا جز ہے، چونکہ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت بمقام خم غدیر

۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ کو نازل ہوئی، اس کے بعد جلد ہی پیغمبر اسلام کا انتقال ہو گیا، اس لیے اس کے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی بقیہ ائمہ اہلِ بیتؑ سے منقول ہے اور کلمہ ایمانیہ کا جز ہے۔

سوال: بدعت کے بارے میں وضاحت فرمائیں۔

جواب، باسمہ سبحانہ: جو چیزیں دین میں داخل نہ ہوں، انھیں دین میں داخل کرنے یا جو چیزیں دین میں داخل ہوں انھیں دین سے خارج کرنے کا نام بدعت ہے۔ پہلی قسم کو ایجابی اور دوسری کو سلبی بدعت کہا جاتا ہے۔

سوال: غازی کے معنی ہیں میدانِ جنگ سے زندہ لوٹ آنے والا، حضرت عباس شہید ہوئے، انھیں غازی کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب، باسمہ سبحانہ: جنابِ ابوالفضل العباسؑ جب آخری بار میدانِ کارزار میں گئے اور شہید ہو گئے، اس سے پہلے کئی بار میدان میں گئے اور واپس آئے۔ کبھی پانی کے لیے، کبھی دوسرے اصحاب کی مدد کے لیے، جو نرغہ اعداء میں گھرے ہوئے تھے، مُظفّر و منصور واپس آئے۔ اس لیے آپ پہلے غازی، پھر شہید کہلائے۔

سوال: سورہ احزاب میں ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت موسٰیؑ پر عیب لگائے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو بے عیب ثابت کر دیا۔ یہ کونسا عیب تھا؟

جواب، باسمہ سبحانہ: اس سلسلہ میں کئی قول ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ مخالفین نے آپ پر نامرد ہونے کا الزام عائد کیا تھا۔ مگر خالق اکبر نے انھیں اولاد عطا کر کے ان لوگوں کے الزام کو غلط ثابت کر دیا۔

سائل: سید محمد حسین مُنتظر نقوی پپلاں

سوال: کیا تمام (قسم کی) موسیقی سننا حرام ہے۔ اگر نہیں تو کونسی جائز ہے؟

جواب، باسمہ سبحانہ: ہر قسم کی موسیقی حرام ہے۔ اس کی حرمت ذاتی ہے۔ جو تخصیص کے قابل نہیں ہے۔

سوال: اگر کسی ہوٹل یا بس میں ہوں، وہاں گانے لگے ہوں تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب، باسمہ سبحانہ: اس قسم کے مواقع پر اگر توجہ سے ساز و آواز نہ سنی جائے تو صرف کان میں آواز پڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

سوال: آج کل نعت خواں مُختلف ساز بجا کر نعتیں پڑھتے ہیں، ان کا سننا کیسا ہے؟

جواب، باسمہ سبحانہ: موسیقی بہر حال حرام ہے۔ خواہ قرآن میں ہو یا اذان میں، نعت میں ہو یا قصیدہ میں یا مرثیہ میں۔ جیسا کہ پہلے سوال کے جواب میں واضح کیا گیا ہے کہ زنا کی طرح غنا کی حرمت ذاتی ہے، جو تخصیص کے قابل نہیں ہے۔ (واللہ العالم)

سائل: ناصر عباس ناصر ماڑی شہر میانوالی

سوال: پاکستان کی سیاست کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

جواب، باسمہ سبحانہ: اگرچہ یہ میرا میدان نہیں، تاکہ فرس ہمت کو مہمیز کروں۔ مگر ایک باخبر ناظر و ناقد کی حیثیت سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے ملک کی سیاست کا قبلہ درست نہیں ہے۔ اور میں کسی بھی سیاسی جماعت کی روش و رفتار سے مطمئن نہیں ہوں۔

سوال: پاکستان میں موجودہ حزب اختلاف یعنی ایم

ایم اے کا سیاسی کردار کیا ہے اور ایم ایم اے میں ہمارے قائد کی موجودگی کیسی ہے؟

جواب، باسمہ سبحانہ: اس سوال کا جواب سابقہ جواب سے واضح ہے۔ باقی رہی ہمارے قائد محترم کی اس جماعت میں شمولیت، تو "رموزِ مملکت خویش خسرواں دانند" مگر ہمارے خیال میں یہ مُفید ہے، مضر نہیں ہے۔

سوال: پاکستان کو ترقی کی راہوں پر گامزن کرنے کے لیے سیاست دانوں اور عوام کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب، باسمہ سبحانہ: سیاست دانوں کا فرض یہ ہے کہ وہ ذاتی مفاد سے بلند ہو کر ملکی و ملی مفاد کے لیے سیاست کریں اور عوام کا فرض ہے کہ وہ بھی ذاتی مفادات کے تنگ دائرہ سے نکل کر ملکی و ملی مفادات کے پیشِ نظر صحیح کردار کے حامل افراد کا انتخاب کریں۔

سوال: مُسلمانوں کو آپس میں متحد ہونے کے لیے کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟

جواب، باسمہ سبحانہ: اسلامی اصول کے مطابق اہم کو اہم پر قربان کرتے ہوئے انھیں دو کام انجام دینے چاہئیں۔ (۱) فروعی اختلافات کو نظر انداز کر دیا جائے، اور ان کی بنا پر ہر قسم کے الجھاؤ سے کلی اجتناب کیا جائے۔ (۲) اسلام کے مشترکات کو اتحاد کی بنیاد قرار دیا جائے اور مختلفات سے ہر طرح اجتناب کیا جائے۔ اور قرآنی تعلیم لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ پر عمل کرتے ہوئے ایک دوسرے کے مذہبی معاملات میں دخل نہ دیا جائے۔

سوال: تنزّلی کا سامنا ہے۔ یعنی دنیا میں مُسلمان محکوم سے محکوم ترین ہیں۔ ایسے حالات میں اسلام کا بول بالا کیسے ہوگا، اور دنیا میں اسلامی حکومتیں کیسے قائم ہوں گی؟

جواب، باسمہ سبحانہ: مُسلمانوں کی پسماندگی کا واحد سبب ان کی اسلامی تعلیمات سے دوری اور اسلامی آئین و قوانین سے انحراف ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

سوال: اس وقت دنیا بھر کے حالات خراب ہو چکے ہیں، بدکاری عام ہے، ایسے حالات میں ظہور امام زمانہؑ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب، باسمہ سبحانہ: حضرت امام زمانہؑ کے بارے میں پیشگوئیوں اور احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ اس سے بھی بدتر حالات پیدا ہوں گے اور زمین ظلم و جور اور کفر و ایجاد سے لبریز ہو جائے گی۔ بہرحال ہم تو تعجیل ظہورؑ کی دعا ہی کر سکتے ہیں، فیصلہ تو خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ "و یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید"

دنیا کو ہے اس مہدئ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگاہ زلزلہ عالم افکار

☆

باب المتفرقات

امام محمد باقر علیہ السلام علماء و عظماء کی نظر میں

تالیف: علی محمد دخیل ☆ ترجمہ: سیّد صفدر حسین نجفی

صدر اوّل سے آج تک تمام امت مُسلمہ ائمہ اہلِ بیتؑ کے باقی تمام مُسلمانوں سے افضل و منصب خلافت کے زیادہ حق دار ہونے پر مجتمع و مُتّفق ہے اور تمام کتب تاریخ، سیر، سوانح اور تراجم ائمہ اہلِ بیتؑ کی تعریف و توصیف، مدح وثنا، فضائل و مناقب، ان کے درجات کی بلندی و رفعت پر علماء و عظماء کے حسین اقوال و کلمات سے معمور ہیں۔ ان اقوال و کلمات کو اگر جمع کیا جائے تو ضخیم جلدیں تیار کرنی پڑیں گی۔ تاہم امام ابوجعفر باقر علیہ السلام کے بارے میں ہم ان کے بعض اقوال و کلمات ذکر کرتے ہیں۔

① آپ سے جابر بن عبداللہ نے عرض کیا: آپ مخلوقِ خدا کی بہترین شخصیت کے فرزند ہیں، آپ کے دادا جنّت کے سردار ہیں، اور آپ کی دادی نساء عالمین کی سردار ہیں۔

② ابن عمر سے کسی شخص نے ایک مسئلہ پوچھا کہ جسے وہ نہیں جانتا تھا کہ کیا جواب دے، تو اس نے کہا: اس لڑکے کے پاس جا کر اس سے سوال کر، اور مجھے بھی آ کر بتانا کہ انھوں نے کیا جواب دیا ہے۔ اور محمد باقرؑ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ شخص آیا، اور آپؑ سے سوال کیا، تو آپ نے اسے جواب دیا۔ پھر وہ ابن عمر کے پاس آیا اور اسے جواب بتایا۔ تو ابن عمر نے کہا: یہ اہلِ بیت ہیں جنھیں دین سمجھا دیا گیا ہے۔ (الدمعة الساکبہ ص ۴۰۳)

③ جابر بن یزید جعفی جب محمد بن علی علیہما السلام سے کوئی روایت کرتے تو کہتے: "حدثنی وصی الاوصیاء وارث علم انبیاء محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام" مجھ سے اوصیاء کے وصی، علم انبیاء کے وارث محمد بن علی بن الحسینؑ نے روایت کی ہے۔

(کشف الغمہ ص ۲۱۳)

④ ابرش کلبی نے آپ سے کچھ سوالات کیے، آپ نے مناسب جواب دیے۔ اس کے بعد اس نے عرض کیا: بے شک آپ رسول اللہؐ کے فرزند ہیں۔ پھر وہ ہشام کے پاس گیا اور کہا: اے بنوامیہ ہمیں چھوڑو، یہ اہلِ زمین و آسمان کی اشیا کا دوسروں کے بہ نسبت زیادہ علم رکھتے ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں۔ (المناقب ج ۲ ص ۲۸۶)

⑤ ابواسحٰق کہتے ہیں: "میں نے ان جیسا انسان کبھی نہیں دیکھا"۔ (اعیان الشیعہ ۴ ق ج ۲ ص ۲۰)

⑥ عبداللہ بن عطا مکی کہتے ہیں: میں نے علماء کو کسی کے سامنے اتنا حقیر و پست نہیں دیکھا جتنا ابوجعفر محمد

بن علی بن الحسینؑ کے سامنے دیکھا ۔ حکم بن عتبہ کو اپنی قوم میں جلالت و بزرگی کے باوجود آپ کے سامنے ایسے دیکھا جیسے بچّہ استاد کے سامنے ہوتا ہے ۔ (البحار ج ۱۱ ص ۸۲)

⑦ حکم بن عتبہ نے خدائے تعالیٰ کے اِس اِرشاد: ''ان فی ذٰلك لآیات للمتوسمین'' (اس میں ان کے لیے آیات ہیں جن پر علامت و نشانی لگائی گئی ہے) کے بارے میں کہا: خدا کی قسم محمد بن علیؑ انھیں میں سے تھے ۔ (کشف الغمہ ص ۲۱۲)

⑧ مدینہ کے گورنر کو عبدالملک نے لکھا کہ محمد بن علیؑ کو قید کرکے میرے پاس بھیج دو ۔ گورنر نے اس کے جواب میں لکھا کہ میرا یہ خط ''امیرالمومنین'' کی مخالفت میں نہیں ہے اور نہ ہی میں آپ کے حکم کو رد کر رہا ہوں ۔ میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کے ساتھ خلوص اور شفقت کی بنا پر خط ہذا کے ذریعے مراجعہ کروں ۔ جس شخص کے بارے میں آپ نے ارادہ کیا ہے، روئے زمین پر اس وقت اس سے زیادہ پاک دامن و زاہد پرہیزگار اور زیادہ صاحبِ ورع کوئی نہیں ہے ۔ وہ سب لوگوں سے زیادہ عالم و سخی و نرم دل ہیں ۔ اور عبادت و راہِ خدا میں زیادہ سختی سے جدوجہد کرنے والے ہیں ۔ میں ''امیرالمومنین'' کے لیے پسند نہیں کرتا کہ وہ ان سے متعرض ہوں ۔ بے شک خدا اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جو خود اپنی حالت بدلنے کی کوشش نہ کرے ۔ عبدالملک اس جواب سے خوش ہوا اور سمجھ لیا کہ وہ میرے ساتھ فی الواقع مخلص ہے ۔

(اعیان الشیعہ ۴ ق ج ۲ ص ۸۵)

⑨ اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے آپ سے عرض کیا: خدا کی قسم ! مجھے آپ کی طرف سے کبھی جھوٹ بولنے کا تجربہ نہیں ہوا ۔ (المناقب ج ۲ ص ۲۷۸)

☆ نیز یہ بھی کہا کہ: ہمیشہ عرب و عجم پر قریش سرداری کرتے رہیں گے، جب تک آپ جیسا شخص ان میں موجود رہے گا ۔ (البحار ج ۱۱ ص ۸۸)

⑩ قتادہ بن دعامہ البصری کہتے ہیں کہ میں اکثر فقہا کے سامنے بیٹھتا رہا ہوں اور ابن عباس کے سامنے بھی، لیکن میرا دل کبھی مُضطرب نہیں ہوا، ان میں سے کسی کے سامنے بھی جیسا کہ باقر علیہ السلام کے سامنے مُضطرب ہوتا، اور دھڑکتا ہے ۔

(اعیان الشیعہ ۴ ق ج ۲ ص ۳۹)

⑪ آپ سے عبداللہ بن معمر لیثی نے عرض کیا: میں آپ کے سینہ کو گمان نہیں کرتا مگر مزرعہ علم (علم کے درخت اگنے کی جگہ) پس آپ کے، لیے اس کے پھل ہیں اور لوگوں کے لیے اس کے پتے ۔

(کشف الغمہ ص ۲۲۱)

⑫ ابوزرعہ کہتے ہیں: بے شک ابو جعفر سب علماء سے بڑے ہیں ۔ (المناقب ج ۲ ص ۲۷۱)

⑬ شمس الدین بن طولون نے کہا ہے کہ ان میں سے پانچویں ابو جعفر محمد بن زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کہ جن کا لقب باقر ہے، اور وہ والد ہیں جعفر صادق علیہ السلام کے ۔

باقر عالم سید اور بہت بزرگ ہستی تھے۔ اور انھیں "باقر" اس لیے کہا گیا کیونکہ وہ "بقر" کرتے تھے یعنی علم میں وسعت پیدا کرتے تھے۔ تبقیر کے معنی توسیع کرنا ہے۔

اسی سلسلہ میں شاعر کہتا ہے:

یا باقر العلم لاھل التقی

و خیر من سما علی الا جبل

اے اہلِ تقویٰ کے لیے علم کی گتھیاں کھولنے والے اور ان میں سے بہترین شخصیت جو مکہ کی پہاڑیوں پر بلند ہوتے ہیں۔ (الائمۃ الاثناعشر، ص ۸۱)

⑭ محمد بن طلحہ شافعی کہتے ہیں کہ آپ علم کی وسعت اور اس کا مجموعہ ہیں اور علم کو ظاہر اور بلند کرنے والے ہیں اور اس کے دودھ کو زیادہ مقدار سے پینے والے ہیں اور اس کی مکمل رضاعت والے ہیں۔ ان کا دل صاف وشفاف اور عمل پاک وپاکیزہ، ان کا نفس طاہر ومطاہر ہے۔ آپ کے اخلاق باشرف اور اوقات، اطاعت خدا میں آباد ہیں، اور مقام تقویٰ میں آپ کے قدم جمے ہوئے ہیں، اور آپ پر قربِ الٰہی اور اجتباء کی طہارت کے علامات و نشانیاں ظاہر ہیں۔ (مطالب السؤل ص ۸۰)

⑮ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں کہ: محمد بن علی بن الحسین حجاز کے فقہاء کے سردار تھے اور ان سے ان کے بیٹے جعفرؑ سے تمام لوگوں نے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

(المدخل الیٰ موسوعۃ العتبات المقدسہ ص ۲۰۱)

⑯ ابو نعیم اصفہانی کہتے ہیں اور ان میں سے سلالہ نبوت ابو جعفر محمد بن علی باقر علیہ السلام نہایت خاشع وخاضع اور صبر کرنے والے ہیں، جن میں حسب و ابوت ونسب جمع ہیں۔ عوارض و خطرات میں گفتگو کرنے اور خوفِ خدا سے گریہ کرنے والے ہیں اور انھوں نے جھگڑنے اور خصومات سے منع فرمایا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۸۰)

⑰ احمد بن یوسف دمشقی فرمانی کہتے ہیں چوتھی فصل منبع فضائل ومتاخر امام محمد بن علی باقر رضی اللہ عنہ کے ذکر میں۔ آپ کو باقر کا لقب اس لیے دیا گیا ہے کیونکہ انھوں نے علم کو وسعت دی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ باقر کے لفظ سے اس لیے ملقب ہوئے کہ جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جابر قریب ہے کہ تم اولادِ حسینؑ میں سے میرے ایک بیٹے سے ملوگے جس کا نام میرے نام پر محمدؐ ہوگا۔ وہ علم کو وسعت دیں گے اور پھیلائیں گے۔ پس جب تم ان سے ملو تو ان سے میرا سلام کہنا۔

☆ آپ اپنے بھائیوں میں سے اپنے والد کے خلیفہ جانشین اور ان کے وصی اور ان کے بعد امامت کے ساتھ قائم ہوئے۔ (اخبار الدول ص ۱۱۱)

⑱ علی بن محمد بن احمد مالکی المشہور صباغ کہتے ہیں: محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام باوجود اس علم، فضل، سرداری، ریاست اور امامت کے خواص وعام میں جود وسخاء، کرم، فضل و احسان میں معروف تھے،

جب کہ آپ متوسط الحال اور کثیر العیال بھی تھے۔

(فصول المہمۃ ص ۲۰۱)

⑲ شمس الدین احمد بن محمد بن ابوبکر بن خلکان کہتے ہیں: ابو جعفر محمد بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین جو باقر کے لقب سے مشہور تھے، بارہ اماموں میں سے ایک ہیں اور حضرت باقر سید و سردار اور بہت بڑے عالم تھے۔ علم کو وسعت دینے کی وجہ سے آپ کو باقر کا لقب دیا گیا۔ کیونکہ تبقیر کے معنی وسعت دینا ہے۔ اور آپ کے بارے میں شاعر نے کہا ہے:

یا باقر العلم لاھل التقی

و خیر من لبی علی الاجبل

اے اہلِ تقویٰ کے لیے علم کو وسعت دینے والے اور پہاڑوں پر لبیک کہنے والوں میں سے بہتر۔

(وفیات الاعیان ج ۳ ص ۳۱۴)

⑳ احمد بن حجر کہتے ہیں: امام زین العابدینؑ کی اولاد میں سے عبادت، علم اور زہد و تقویٰ کی بنا پر ابو جعفر محمد باقرؑ ان کے وارث ہوئے۔ بقر الارض جس کے معنی زمین میں شگاف کرنا اور اس میں سے ڈھکی چھپی چیزوں کو باہر نکالنا ہے۔ آپ نے چونکہ علوم کو شگافتہ کیا، اس لیے باقر العلوم کے لقب سے مُلقّب ہوئے۔ آپ نے معارف کے چھپے ہوئے خزانوں، احکام کے حقائق اور حکم و لطائف کو ظاہر فرمایا، آپ کے ان اوصاف سے ہر وہ شخص واقف ہے جس کی عقل پر پردہ پڑا ہوا نہ ہو۔ یا جس کا ضمیر اور باطن فاسد نہ ہو۔ ان کا دل صاف و شفاف اور عمل پاکیزہ تھا۔ نفس طاہر، خلق باشرف، اوقات اطاعت خدا سے معمور ہیں۔ عارفین میں جو مقام آپ کو حاصل ہے اس میں آپ بلند نشان ہیں کہ آپ کی توصیف سے زبانیں عاجز ہیں۔ سلوک و معارف میں آپ کے بے شمار ارشادات و کلمات ہیں جن کو احاطہ تحریر میں لانے کا یہ جلدی میں لکھا جانے والا رسالہ متحمل نہیں ہے۔ ان کی بزرگی و شرافت کے لیے یہ لکھنا کافی ہوگا کہ ابن مدینی نے جابر سے روایت کی ہے، جابر نے ان سے کہا کہ جب وہ بچہ تھے رسول اللہؐ نے آپ کو سلام کہا۔ جابر سے پوچھا گیا: یہ واقعہ کس طرح ہے تو فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، اور حسینؑ ان کی گود میں تھے، آپ ان سے باتیں کرتے ہوئے دل بہلا رہے تھے۔ فرمایا: اے جابر! اس کا ایک بیٹا پیدا ہوگا، جس کا نام علیؑ ہوگا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو منادی ندا کرے گا کہ سید العابدینؑ کو کھڑا ہو جانا چاہیے۔ پس وہ کھڑے ہو جائیں گے۔ پھر اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا۔ جس وقت تم ان سے ملو تو انھیں میری طرف سے سلام کہنا۔ (صواعق محرقہ ص ۱۲۰)

㉑ یوسف بن اسماعیل نبھانی نے کہا ہے کہ محمد باقر بن علی زین العابدین بن الحسین علیہم السلام ہمارے سادات و آقا، اہلِ بیت کرام کے ائمہ اور عظیم علماء اسلام میں سے ایک ہیں۔

⑫ محمد بن ابو بکر شبلی کہتے ہیں: امام کبیر، عالم شہیر، صاحبِ فضل واسع و ذکر شائع (وسیع) مدینہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر ہے۔ آپ کے علم کی وسعت کے بارے میں شاعر کہتا ہے:

یا باقر العلم لاهل التقی
و خیر من لبی علی الا جبل

اور فرمایا کہ آپ متوسط الحال اور کثیر العیال ہونے کے باوجود ہزاروں درہم و دینار عطا فرماتے تھے۔

(المشروع الردی ص ۳۷)

⑬ محمد امین بغدادی سویدی کہتے ہیں: اپنے بھائیوں میں سے وہ اپنے والد بزرگوار کے خلیفہ تھے، وصی اور ان کے بعد قائم بالامر تھے۔ اولاد حسینؑ میں سے کسی سے اتنا علم دین، سنن، سیر اور فنون و ادب ظاہر نہیں ہوئے، جتنے ابو جعفرؑ سے ظاہر ہوئے اور مزید کہا کہ آپ کے مناقب بہت زیادہ ہیں جو اس مختصر رسالہ کی گنجائش سے بالاتر ہیں۔

⑭ استاد علی جلال حسینی کہتے ہیں کہ آ وسیع علم اور وافر علم کے مالک تھے۔

⑮ احمد فہمی محمد کہتے ہیں کہ ابو جعفر محمد باقر نمرة الدهر (زمانے کے لیے روشنی) اور درة العصر (زمانہ کے نایاب موتی) تھے۔ پہلی صفر ۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ وہ ایسے ہاشمی ہیں جو دو ہاشمیوں سے اور ایسے علوی ہیں جو دو علویوں سے اور ایسے فاطمی ہیں جو دو فاطمیوں سے پیدا ہوئے ہیں اور پہلے وہ شخص ہیں کہ جن میں حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ولادت اور ان کی اولاد ہونا جمع ہے اور آپ کا لقب باقر ہے۔ علم میں وسعت دینے اور علمی تبحر کی بنا پر اور کتاب لسان العرب میں ہے کہ ان کا لقب باقر اس لیے ہے کہ انھوں نے علم کو ظاہر و وسیع کیا۔ اور اس کی اصل کو پہچانا۔ اور اس کی فروعات کو استنباط کیا، اور اس میں وسعت دی، جب کہ تبقر کے معنی توسیع و وسعت دینا ہے۔

②

باب المتفرقات

نقشِ زندگانی حضرت صاحب الامرؑ

حجۃ الاسلام علامہ سید ذیشان حیدر جوادی اعلی اللہ مقامہ

ماہ شعبان ۲۵۵ھ کی پندرھویں تاریخ صبح جمعہ کی مسعودترین ساعت تھی، جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری وارث اور سلسلہ امامت کے بارھویں اور آخری امام کی ولادت باسعادت ہوئی۔ بعض علماء نے سال ولادت ۲۵۶ھ تو لکھا ہے لیکن معروف ترین روایت ۲۵۵ھ ہی کی ہے۔

والد ماجد امام حسن عسکری تھے، جن کی عمر مبارک آپ کی ولادت کے وقت تقریباً ۲۳ سال تھی اور والدہ گرامی جناب نرجس خاتون تھیں، جنھیں ملیکہ بھی کہا جاتا ہے۔

جناب نرجس خاتون دادھیال کے اعتبار سے قیصر روم کی پوتی تھیں اور نانہال کے اعتبار سے جناب شمعون وصی حضرت عیسیٰؑ کی نواسی ہوتی تھیں۔ اس اعتبار سے امامِ زمانہ نانہال اور دادھیال دونوں کے اعتبار سے بلند ترین عظمت کے مالک ہیں اور آپ کا خاندان ہر اعتبار سے عظیم ترین بلندیوں کا مالک ہے۔

جناب نرجس کے روم سے سامرہ پہنچنے کی تاریخ دو حصوں میں بیان کی جاتی ہے۔ ایک حصہ سامرہ سے متعلق ہے، اور ایک حصہ روم سے متعلق ہے۔ پہلے حصہ کے راوی جناب بشر بن سلیمان انصاری ہیں جو جناب ابوایوب انصاری کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور دوسرے حصہ کی راوی خود جناب نرجس ہیں جنھوں نے اپنی داستان زندگی خود بیان فرمائی ہے۔

پہلے حصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ امام علی نقیؑ کے خادم کافور نے بشر بن سلیمان تک یہ پیغام پہنچایا کہ تھیں امام علی نقیؑ نے یاد فرمایا ہے۔ بشر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تم بردہ فروشی کا کام جانتے ہو۔ یہ ایک تھیلی ہے جس میں دوسو بیس اشرفی ہیں، اسے لے کر میرے خط کے ساتھ جسر بغداد تک چلے جاؤ، وہاں ایک قافلہ بردہ فروشوں کا نظر آئے گا۔ اس قافلہ میں ایک خاتون بہ شکل کنیز ہوگی، جس کی خریداری کی تمام لوگ کوشش کر رہے ہوں گے لیکن وہ کسی کی خریداری سے راضی نہ ہوگی اور نہ اپنے چہرے سے نقاب اٹھائے گی۔ تم یہ منظر دیکھتے رہنا جب تمام قیمت بڑھا کر عاجز ہوجائیں اور مالک پریشان ہو، اور کنیز یہ کہے کہ میرا خریدار عنقریب آنے والا ہے تو تم مالک کو یہ تھیلی دے دینا اور کنیز کو یہ خط دینا جو اسی کی زبان میں لکھا گیا ہے۔ معاملہ خودبخود طے ہوجائے گا۔

جناب بشر بن سلیمان نے ایسا ہی کیا اور حرف بحرف امامؑ کی نصیحت پر عمل کیا، یہاں تک کہ معاملہ طے ہوگیا اور دوسو بیس اشرفی میں اس خاتون کو حاصل کر لیا اور امام کی خدمت میں لاکر پیش کر دیا۔

اس کے بعد جناب نرجس نے اپنی تاریخ زندگی

یوں بیان کی ہے کہ میں بلکہ قیصر روم کی پوتی ہوں ۔ میری شادی میرے ایک رشتہ کے بھائی سے طے ہوئی تھی اور پورے اعزاز واحترام کے ساتھ محفل عقد منعقد ہوئی تھی ۔ ہزاروں اعیانِ مملکت شریک بزم تھے ۔لیکن جب پادریوں نے عقد پڑھنے کا ارادہ کیا تو تخت کا پایہ ٹوٹ گیا اور تخت الٹ گیا۔بہت سے لوگ زخمی ہو گئے اوراسے رشتہ کی نحوست پر محمول کیا گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اس کے دوسرے بھائی سے رشتہ طے ہوا اور بعینہ یہی واقعہ پیش آیا۔ جس کے بعد لوگ سخت حیران تھے کہ اس کے پس منظر میں کوئی بات ضرور ہے جو ہم لوگوں کی عقل میں نہیں آرہی ہے کہ رات کے وقت میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مقام پر حضرت رسولِ خداؐ اور مسیح جمع ہیں اور ایسا ہی دربار آراستہ ہے جیسا کہ میرے عقد کے موقع پر اس سے پہلے ہوا تھا۔ حضرت مسیحؑ نے حضرت محمد مصطفیٰؐ اور حضرت علی مرتضیٰؑ کا بے حد احترام کیا اوران دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ ہم آپ سے آپ کے وصی کی صاحبزادی ملیکہ کا رشتہ اپنے فرزند حسن عسکریؑ کے لیے طلب کر رہے ہیں ۔ حضرت مسیحؑ نے بصد مسرت رشتہ کو منظور کر لیا اور میرا عقد ہو گیا۔

اس کے بعد میں نے اکثر خواب میں حضرت حسن عسکریؑ کو دیکھا اوراس سے مطالبہ کیا کہ آپ کی خدمت میں حاضری کا راستہ کیا ہوگا؟ تو ایک دن انھوں نے فرمایا کہ تمھارے یہاں سے ایک فوج جنگ پر جارہی ہے،تم اس میں شامل ہوجاؤ۔ عنقریب اس فوج کو شکست ہوگی اور اس کی عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے گا۔تم ان قیدیوں میں شامل ہوجانا اوران کے ساتھ بغداد تک آجانا۔ اس کے بعد میں تمھاری خریداری کا انتظام کرلوں گا۔ چنانچہ واقعہ ایسا ہی ہوا اور امام علی نقیؑ نے خریداری کا انتظام کر دیا اور جناب نرجس اس گھر تک پہنچ گئیں ۔ جس مے بعد انھوں نے اس واقعہ کی ایک کڑی کا ذکر کیا کہ میں اپنے عالم انوار کے عقد کے بعد مسلسل اس خواب کی تعبیر کے لیے پریشان تھی اور نوبت شدید بیماری تک پہنچ گئی تھی تو ایک دن خواب میں جناب مریمؑ اور جناب فاطمہ زہراءؑ کو دیکھا ،اور ان سے فریاد کی کہ آخر آپ کے فرزند تک پہنچنے کا راستہ کیا ہوگیا جن کی خدمت کا شرف آپ کے پدر بزرگوار نے عنایت فرمایا ہے،تو آپ نے فرمایا کہ پہلے کلمہ اسلام زبان پر جاری کرو، اس کے بعد اس کا انتظام ہوجائے گا (اس لیے کہ مسیحی مذہب خاتون سے عقد تو ہوسکتا ہے لیکن رب العالمین نے جس مقصد کے لیے اس رشتہ کا انتخاب فرمایا ہے اس کی تکمیل دین اسلام کے بغیر ممکن نہیں ہے اس لیے کہ نور الٰہی کسی غیر موحد رحم میں نہیں رہ سکتا ہے) چنانچہ میں نے ان کی ہدایت کے مطابق کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا اور آج آپ کی خدمت میں حاضر ہوں ۔ امام علی نقیؑ نے فرمایا کہ جس نوجوان نے تم سے سامرہ پہنچنے کا وعدہ کیا تھا اسے پہچان سکتی ہو؟ عرض کی بے شک ۔ آپ نے امام حسن عسکریؑ کو پیش کیا۔ جناب نرجس خاتون نے فوراً پہچان لیا اور آپ نے ان کو عقد کر کے اپنے فرزند کے حوالے کر دیا۔

(اس واقعہ میں عقد کی لفظ دلیل ہے کہ جناب نرجس کنیز نہیں تھیں، ورنہ اسلام میں کنیز کی حلیت کے لیے عقد کی ضرورت نہیں ہوتی ہے تنہا کنیزی ہی اس کے حلال

ہونے کے لیے کافی ہوتی ہے، جیسا کہ ان متعدّد آیاتِ قرآنی سے بھی ظاہر ہوتا ہے جن میں کنیزی کا تذکرہ ازواج کے مقابلہ میں کیا گیا ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ کنیزی الگ ایک شے ہے اور زوجیت الگ ایک شے ہے، اور ایک مورد پر دونوں کا اجتماع ممکن نہیں ہے۔ علاوہ اس کے کنیز ایک شخص کی کنیز ہو اور دوسرے کی زوجہ ہوں، ورنہ ایک ہی جہت سے دونوں کا اجتماع ناممکن ہے)

اس کے بعد جناب حکیمہ بنت امام محمد تقی علیہ السلام بیان کرتی ہیں کہ ایک دن امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کہ آج شب کو آپ میرے یہاں قیام کریں کہ پروردگار مجھے ایک فرزند عطا کرنے والا ہے۔ میں نے عرض کی کہ نرجس خاتون کے یہاں تو حمل کی کوئی علامت نہیں۔ فرمایا کہ پروردگار اپنی حجّت کو اسی طرح دنیا میں بھیجتا ہے۔ جناب مادر حضرت موسیٰؑ کے یہاں بھی آثارِ حمل نہیں تھے اور بالآخر جناب موسیٰؑ دنیا آ گئے اور فرعونیوں کو خبر بھی نہ ہوسکی۔ چنانچہ میں نے امامؑ کی خواہش کے مطابق گھر میں قیام کیا اور تمام رات حالات کی نگرانی کرتی رہی، یہاں تک کہ میری نماز شب میں تمام ہوگئی اور آثار حمل نمودار نہیں ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ نرجس نے خواب سے بیدار ہوکر وضو کیا اور نمازِ شب ادا کی اور اس کے بعد دردزہ کا احساس کیا۔ میں نے دعائیں پڑھنا شروع کیں۔ امام عسکریؑ نے آواز دی کہ سورہ انا انزلناہ پڑھیے۔ میں نے سورہ قدر کی تلاوہ کی اور یہ محسوس کیا کہ جسے رحم مادر میں فرزند بھی میرے ساتھ تلاوت کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میرے اور نرجس کے درمیان ایک پردہ حائل ہوگیا اور میں سخت پریشان ہوگئی کہ اچانک امام عسکریؑ نے آواز دی کہ آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔

اب جو پردہ اٹھا تو میں نے دیکھا کہ ایک چاند سا بچّہ روبقبلہ سجدہ ریز ہے اور پھر آسمان کی طرف اشارہ کر کے کلمہ شہادت زبان پر جاری کر رہا ہے، یہاں تک کہ یہ تمام ائمہؑ کی شہادت دینے کے بعد یہ فقرات زبان پہ رجاری کیے" خدایا! میرے وعدہ کو پورا فرما، میرے امر کی تکمیل فرما، میرے انتظام کو ثابت فرما اور زمین کو میرے ذریعہ عدل وانصاف سے معمُور کر دے۔

دوسری روایت کی بنا پر ولادت کے موقع پر بہت سے پرندے بھی جمع ہوگئے اور سب آپ کے گرد پرواز کرنے لگے کہ گویا آپ پر قربان ہو رہے تھے۔ آپ کے داہنے شانہ پر "جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" کا نقش تھا اور زبان مبارک پر یہ آیت کریمہ تھی: "و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم ائمۃ و نجعلھم الوارثین"۔

اس کے بعد امام عسکریؑ کی ہدایت کے مطابق ایک پرندہ فرزند کو اٹھا کر جانب آسمان لے گیا اور روزانہ ایک مرتبہ باپ کی خدمت میں پیش کرتا تھا اور عالم قدس میں آپ کی تربیت کا مکمل انتظام تھا، یہاں تک کہ چند روز کے بعد جناب حکیمہ نے دیکھا تو پہچان نہ سکیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھوپھی جان! ہم اہلِ بیتؑ کی نشوونما عام انسانوں سے مختلف ہوتی ہے۔ صاحبانِ منصب الٰہی

کی نشو ونما ایک ماہ میں ایک سال کے برابر ہوتی ہے۔ چنانچہ جناب حکیمہ نے اس فرزند حسن عسکریؑ سے تمام صحف سماویہ اور قرآن مجید کی تلاوت بھی سنی ہے۔

(واضح رہے کہ وقت ولادت سورہ انا انزلناہ کی تلاوت کا شاید ایک راز یہ بھی تھا کہ اس سورہ میں ہر شب قدر میں ملائکہ آسمان کے امرالٰہی کے ساتھ نازل ہونے کا ذکر ہے اور یہ علامت ہے کہ ہر دور میں ایک صاحب الامر کا رہنا ضروری ہے اور آج دنیا میں آنے والا اپنے دَور کا صاحب الامر ہے)

محمد بن عُثمان عمروی راوی ہیں کہ صاحب الامر کی ولادت کے بعد امام عسکریؑ نے بطور عقیقہ مُتعدّد جانور ذبح کرنے کا حکم دیا اور دس ہزار رطل روٹی اور اسی مقدار میں گوشت تقسیم کرنے کا حکم دیا اور میں اسی کے مطابق عمل کیا۔

(واضح رہے کہ عقیقہ میں ایک جانور کی قربانی بھی کافی ہوتی ہے اور صرف عقیقہ کے گوشت کی تقسیم بھی کافی ہوتی ہے لیکن امام عسکریؑ نے مُتعدّد جانور ذبح کرنے کا حکم دیا اور کافی مقدار میں گوشت اور روٹی کی تقسیم کا بھی حکم دیا۔ جس سے حضرت صاحب الامر کی خُصُوصیّت اور ان کے امتیاز کے علاوہ اس نکتہ کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ اس طرح آبادی کے ایک بڑے حصّہ کو حضرت صاحب العصرؑ کی ولادت کی خبر ہوجائے گی اور اس کے بعد اگر لوگ ان کے زیارت نہ بھی کر سکیں تو ان کے وجود کا انکار نہ کر سکیں گے۔ اور چند سال کے بعد جب میرا انتقال ہوجائے گا تو کوئی یہ کہنے نہ پائے گا کہ حسن عسکریؑ لاولد دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ صاحب الامر کی ولادت کی خبر کا عام ہونا ضروری تھا کہ اس سے پوری کائنات کا مستقبل وابستہ تھا اور اسی کے سہارے سارے صاحبانِ ایمان کو زندہ وسلامت رہنا تھا۔ ایسا نہ ہو کہ کل حکام جور اس کے وجود کا انکار کر کے مطمئن ہوجائیں اور صاحبانِ ایمان شک و شبہ میں مُبتلا ہوجائیں۔

یہ کام اگر چہ امام حسن عسکریؑ کے لیے انتہائی مُشکل تھا کہ حکومت وقت کی طرف سے آپ کے گھر کی سخت ترین نگرانی کی جارہی تھی اور تمام تر کوشش یہی تھی کہ آخری حجّت پروردگار دنیا میں نہ آنے پائے اور قدرت نے اس کے مقابلہ میں غیبت کا مُکمل اہتمام بھی کر دیا تھا، اور آپ نے بھی ولادت سے پہلے انتہائی راز داری سے کام لیا تھا لیکن اس کے باوجود جب صاحب الامر کو پرندہ (روح القدس) نے اپنی تحویل میں لے لیا اور ظالموں کے شر سے محفوظ ہو گئے تو آپ نے دوسرے فریضہ کو انتہائی اہم قرار دیا کہ قوم میں ان کی ولادت کا اعلان ہوجائے اور دنیا کو آخری وارث پیغمبر کے نزول اجلال کا علم ہوجائے، چاہے اس کے نتیجہ میں حکومت وقت کی طرف سے کسی قدر بھی مُشکلات اور مصائب برداشت کرنا پڑیں۔

آپ کا اسم گرامی محمد اور کنیت ابوالقاسم ہے اور یہ آپ کے امتیازات میں سے ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے آپ کو اپنے نام اور کنیت دونوں کا وارث قرار دیا ہے، ورنہ دونوں کا اجتماع عام طور سے ممنوع ہے۔ جس طرح اکثر علماء نے دورِ غیبت کبریٰ میں آپ کو اسی نام گرامی ''محمد'' کے ساتھ یاد کرنے کی سخت ممانعت کی ہے اور بعض روایات میں اس نام سے یاد کرنے کو حرام تک قرار دیا گیا ہے۔

باب المتفرقات

حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت اور ابتدائی حالات

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

اگرچہ سرکار سید الشہداء علیہ السلام کی تاریخ ولادتِ باسعادت کے سلسلہ میں اربابِ تاریخ میں قدرے اختلاف ہے مگر امامیہ کے نزدیک مشہور ومنصور قول یہ ہے کہ ہجرت نبویؐ کے چوتھے سال بروز پنج شنبہ بتاریخ پانچ شعبان المعظّم مدینہ منورہ میں واقع ہوئی۔

(دمعہ ساکبہ، ارشاد شیخ مفید، روضۃ الواعظین، اصول کافی، ناسخ، عاشر بحار، مناقب وغیرہ)

منتہی الآمال جلد ا صفحہ ۲۸۱ پر بعض علماء اعلام کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آپؑ کی ولادت آخر ربیع الاول میں ہوئی۔ وھو لا یخلو من قوۃ من بعض الوجوہ۔ فتامل۔

امام حسین علیہ السلام کی طہارت

جناب صفیہ بنت عبدالمطلبؑ سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس وقت میں جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں موجود تھی۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

یا عمۃ ھلمی الی ابنی فقلت یارسول اللہ! انا لم ننظفہ بعد فقال النبی ﷺ أانت تنظفینہ ان اللہ قد نظفہ وطھرہ

پھوپھی جان! میرا بیٹا مجھے لادو۔ میں نے عرض کیا: ابھی تک ہم نے مولود کو پاک وصاف نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اسے پاک کروگی؟ اسے تو خدائے قدوس نے پاک وپاکیزہ پیدا کیا ہے۔

مطھرون نقیات ثیابھم
تجری الصلوۃ علیھم کلما ذکروا

جب شہزادہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپؐ نے ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی اور اپنے لعابِ دہن سے گھٹی ڈالی۔

اسمِ گرامی:

بعض اخبار میں وارد ہے کہ جب آنجنابؑ کی ولادت ہوئی تو جناب سیدہؑ نے نام تجویز کرنے کے لیے مولود مسعود کو حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ آنجنابؑ نے فرمایا: میں سرکار رسالت مآبؐ پر سبقت نہیں کرسکتا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا: میں اپنے رب جلیل پر سبقت نہیں کرسکتا۔ اس اثناء میں جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور تحفۂ درود وسلام کے بعد رب جلیل کا یہ پیام سنایا کہ: "ان علیا منک بمنزلۃ ھارون من موسیٰ فسمّہ

بابن ہارون" ۔ چونکہ حضرت علی علیہ السلام کو آپؐ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی، لہٰذا ان کے بیٹے والا نام رکھو۔ ان کا نام "شبیر" تھا۔ آپؐ عربی میں اس کا نام "حسین" رکھیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس مولود کا نام "حسین" رکھا۔ اس سے قبل جناب امام حسن علیہ السلام کی ولادت اور نام تجویز کرتے وقت بھی یہی صورتِ حال درپیش آئی تھی۔

عمران بن سلمان اور عمرو بن ثابت سے منقول ہے کہ: "الحسن و الحسين من اسامي الجنة و لم يكونا فی الدنيا" ۔ حسنؑ و حسینؑ دونوں نام جنت کے ناموں میں سے ہیں ۔ (شہزادگان کونین سے قبل) دنیا میں پہلے یہ نام کسی کے نہ تھے۔ (الدمعة الساکبہ)

رسمِ عقیقہ:

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ:

" ان رسول الله ﷺ عق عن الحسن بكبش و عن الحسين بكبش و اعطى القابلة شيئا و حلق رأسهما يوم سابعهما و وزن شعرهما فتصدق بوزنه فضة"

جناب رسولِ خدا ﷺ نے جناب امام حسنؑ کا ایک مینڈھے کی قربانی کے ساتھ عقیقہ کیا، اسی طرح امام حسینؑ کا عقیقہ بھی ایک مینڈھے کی قربانی کے ساتھ کیا اور دایہ کو بھی کچھ (چوتھا) حصہ دیا اور ساتویں روز ان کے بال منڈوا کر ان کے ہم وزن چاندی راہِ خدا میں خیرات کی۔

تعلیم و تربیت:

بعض آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے کہ ولادتِ امام حسینؑ کے وقت جناب سیدہ سلام اللہ علیہا علیل الطبع ہوگئی تھیں، اس لیے آنجنابؑ کی کفالت حضرت ام سلمہؓ کے متعلق تھی۔ جناب رسولِ خدا ﷺ اپنا انگوٹھا مبارک یا زبانِ مبارک (باختلافِ روایات) چسا چسا کر آنجنابؑ کی تربیت کرتے تھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل روایت کے ضمن میں مروی ہے:

"وحملت ستة اشهر ثم وضعته و لم يعش مولود لستة اشهر غير الحسين بن علی علیهما السلام و عيسى ابن مريم فكفلته ام سلمة و كان رسول الله ﷺ و لم يرضع من فاطمة عليها السلام و لا من غيرها لبنا قط الخ"

یعنی جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اس مولود مسعود کے ساتھ چھ ماہ تک حاملہ رہیں۔ اس کے بعد آنجنابؑ کی ولادت ہوئی اور سوائے آنجناب اور حضرت عیسیٰؑ ابن مریمؑ (دوسری بعض روایات میں بجائے عیسیٰؑ کے یحییٰ بن زکریاؑ مذکور ہیں) کے چھ ماہ کا اور کوئی بچہ زندہ نہیں رہا۔ ان کی کفالت جناب امِ سلمہؓ کے متعلق تھی۔ جناب رسولِ خدا ﷺ ہر روز شہزادہ کے پاس تشریف لاتے اور اپنی زبانِ مبارک ان کے دہن اقدس میں دے دیتے اور وہ اس قدر چوستے کہ سیر ہو جاتے۔ یہ سلسلہ برابر جاری رہا، یہاں تک کہ شہزادہ کا گوشت و پوست آنحضرت ﷺ کے گوشت و پوست سے اُگ آیا اور شہزادہ کونین نے جناب سیدہؑ یا کسی اور عورت کا دودھ مُطلقاً نہیں پیا۔ اس مولود مسعود کی طہارت و پاکیزگی اور خلق و مروّت کا کیا کہنا جس کی نشوونما لعابِ رسولؐ چوس چوس کر ہوئی ہو۔

لله مرتضع لم یرتضع ابداً
من ثدی انثی و من طه مراضعهٗ

جناب صفیہؒ کا بیان ہے کہ جب میں نے ولادت کے بعد شہزادہ کو جناب رسولِ خداﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور آپؐ نے ان کو زبان مبارک چسانا شروع کی تو "فما کنت احسب رسول الله یغذوه الا لبنا او عسلا"۔ "میں یہ خیال کرتی تھی کہ آنحضرتﷺ شہزادہ کو دودھ یا شہد پلا رہے ہیں"۔ (امالی شیخ صدوق)

ولادتِ امامؑ پر زینتِ جنان و خمود نیران

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس روز اس مولود مسعود کی ولادت ہوئی خداوند عالم نے مالک داروغہ جہنم کو حکم دیا کہ اس مولود کی کرامت میں آتش جہنم کو آج خاموش کر دو اور رضوانِ جنّت کو حکم دیا کہ جنّت کی آرائش کو دوبالا کر دو۔ حورالعین کو حکم دیا کہ اپنی آرائش جمال میں اضافہ کر و اور فرشتوں کو حکم دیا کہ مزید تسبیح و تقدیس کرو۔ (بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۷۵)

ملائکہ کی مبارکبادی

بعض اخبار و آثار سے یہ بھی واضح و آشکار ہوتا ہے کہ اس مولود مسعود کی ولادت کے وقت جبرئیل امین علیہ السلام نے پروردگارِ عالم کے حکم سے بہت سے ملائکہ کی ہمراہی میں سرور عالمﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر ہدیہ مبارکباد پیش کیا۔ بعض آثار سے ان کی تعداد ایک ہزار اور بعض سے چار ہزار اور بعض سے اس سے بھی زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔

بہرحال اس قدر تو واضح ہے کہ " انا اعطیناك الکوثر......" کی دوسری عملی تفسیر کے ظہور کے وقت ملائکہ مقربین نے نیابتِ ایزدی میں بارگاہِ رسالتؐ میں ہدیہ تبریک پیش کیا۔ اسی طرح بعض آثار سے اس مولودِ مسعود کی برکت سے بعض ملائکہ کے ترک اولیٰ کا معاف ہونا بھی مُستفاد ہوتا ہے۔ فتدبر۔

ما لی اذا وضع الحساب وسیلة
انجوبها من حر نار موقد

الا اعترافی بالذنوب و اننی
متمسك بولاء الِ محمد

ولادتِ امامؑ کے وقت گریہ رسولِ مقبولؐ

بعض اخبار سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب جبرئیل علیہ السلام نے تہنیت کے ساتھ ساتھ سیّد الشہداءؑ پر وارد ہونے والے مصائب و شدائد پر تعزیتِ مسنونہ بھی ادا کی تھی جس پر جناب رسولِ خداﷺ روئے اور فرمایا:

"اتقتله امتی قال نعم یا محمد فقال النبی ما هؤلاء بامتی انا بریٔ منهم و الله عز و جل بریٔ منهم فقال جبرئیل وانا بریٔ منهم"

کیا اسے میری امت قتل کرے گی؟ جبرئیلؑ نے کہا: ہاں یارسول اللہؐ! آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ لوگ میری امت سے نہیں ہوں گے۔ میں ان سے بری و بیزار ہوں اور خدا بھی ان سے بیزار ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا اور میں بھی ان سے بیزار ہوں۔ اس کے بعد آنحضرتﷺ جنابِ سیّدہؑ کے پاس تشریف لے گئے۔ "فهناها و عزاها فبکت فاطمة" اور اس مولود مسعود کی مبارکباد پیش کی اور تعزیت

باقی صفحہ ۳۹ پر

باب المتفرقات

قمر بنی ہاشم عباس بن علی بن ابی طالب علیہم السلام

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

آپ کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں ۴ شعبان المعظم سنہ ۲۶ھ کو واقع ہوئی۔ ۱۴ سال اپنے والد ماجد حضرت امیرالمومنینؑ کے سایۂ عاطفت میں رہے، ان کے حین حیات میں بعض جنگوں کے موقع پر حاضر تھے۔ مگر آنجنابؑ نے انھیں جنگ کی اجازت نہیں دی۔ اپنے عظیم والد کی شہادت کے بعد دس سال جناب امام حسن علیہ السلام کی زیر تربیت رہے، اور ان کی شہادت کے بعد قریباً دس سال امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں گزارے۔ اس طرح بوقت شہادت ان کی عمر چونتیس سال تھی۔

آپ کی والدہ ماجدہ جناب ام البنین فاطمہ بنت حزام بن خالد بن ربیعہ بن عامر الکلابی تھیں۔

جناب امیر علیہ السلام نے اپنے بھائی عقیل سے فرمایا تھا (جو علم الانساب میں بڑے ماہر تھے) کہ میں چاہتا ہوں کہ دلیر اور شجاع ترین خاندان عرب میں شادی کروں۔ اس لیے کسی ایسے خاندان کا انتخاب کرو، تاکہ اس سے بہادر اولاد پیدا ہو۔ جناب عقیل نے عرض کیا کہ اس مقصد کے لیے بنی کلاب کی ام البنین سے عقد کیجیے۔ کیونکہ عربوں میں اس کے آباء واجداد سے زیادہ کوئی شجاع و دلیر نہیں ہے۔ چنانچہ آنجنابؑ نے اس طرح ان محترمہ سے شادی کی۔ یہ خاندان تمام عربوں میں صف شکنی اور شیر افگنی میں مشہور و معروف تھا۔ عرب کے مشہور شاعر لبید نے جو خود اسی خاندان سے تھا اپنے خاندان کے بارے میں یہ شعر کہا، اور تمام قبائل عرب نے سنا۔ مگر کسی کو یارائے انکار نہ ہوسکا۔

نحن بنو ام البنین الا ربعة
و نحن خیر عامر بن صعصعة
الضاربون الهام وسط الجمجمة

اسی خاندان کی ایک فرد ملاعب الاسنہ ابو براء بھی ہیں جو تمام قبائل عرب میں اپنی شجاعت و شہامت میں بے نظیر سمجھے جاتے تھے۔ اسی طرح طفیل فارس قرزل اور عامر بن طفیل بھی اسی خاندان کے نامی گرامی جنگ جو بہادر تسلیم کیے جاتے ہیں۔ اس معظمہ کے بطن سے خداوند عالم نے جناب امیرالمومنینؑ کو چار فرزند ارجمند عطا فرمائے۔ (۱) ابوالفضل العباس (۲) عبداللہ (۳) عثمان (۴) جعفر جو سب سے سب روز عاشورا نصرت امامؑ میں کام آئے۔ اور دنیا کے سوتیلے بھائیوں کے لیے وفاداری و جاں نثاری کی گرانقدر مثال قائم کر دی۔ یہ مخدرہ واقعہ کربلا کے وقت زندہ اور مدینہ منورہ میں موجود تھیں۔ آپ کے جگر خراش مراثی کتب مقاتل و سیر میں موجود ہیں۔

القاب و الکنی

جناب قمر بنی ہاشم کی مشہور کنیت ابوالفضل ہے۔ علاوہ بریں دو کنیتیں اور بھی بیان کی جاتی ہیں۔ ابوالقاسم اور ابوالقربہ۔ جو زیارت جناب جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے ماخوذ ہیں۔ آپ کے زیادہ مشہور القاب قمر بنی ہاشم اور سقائے اہلِ بیتؑ ہیں۔ علاوہ بریں باب الحوائج، الشہید، العبد الصالح، صاحب اللواء بھی آپ کے القاب جلیلہ ہیں۔

شکل و شمائل

آپ کشیدہ قامت متناسب اعضاء کے نہایت وجیہ نوجوان تھے۔ تمام ارباب سیر و تراجم نے آپ کے حالات میں لکھا ہے: "ان العباس کان وسیماً جسیماً جمیلاً یرکب الفرس المطھم و رجلاہ یخطان علی الارض و یقال لہ قمر بنی ھاشم" یعنی جناب عباسؑ بہت حسین و جمیل اور جسیم و وسیم تھے۔ دور کابہ گھوڑے پر سوار ہوتے تھے مگر پھر بھی پائے مبارک زمین پر خط دیتے تھے۔ ان کے خداداد حسن و جمال کی وجہ سے ان کو "قمر بنی ہاشم" کہا جاتا تھا۔

صاحب فرسان الہیجاء نے ان کے حسن و جمال کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر کبھی شہزادہ ابوالفضل اور شہزادہ علی اکبرؑ کا اکٹھے مدینہ کے کسی گلی کوچہ سے گزر ہوتا تو سب زن و مردان کے جمال باکمال کا نظارہ کرنے کے لیے جمع ہو جاتے، اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے۔ اسی طرح آنجناب شجاعت و شہامت اور بہادری میں بھی ممتاز مقام رکھتے تھے۔

فضائل و مناقب کا ایک شمہ

مذکورہ بالا ظاہری خوبیوں کے ساتھ ساتھ قمر بنی ہاشم کا دامن باطنی و روحانی خوبیوں سے بھی لبریز تھا، اور ایمان و عمل کی اوجِ کمال پر پہنچے ہوئے تھے۔ اور مکارم اخلاق و فضائل نفسانیہ کے بلند درجہ پر فائز تھے۔ ان کے بچپن کا ایک عجیب واقعہ بعض کتب میں ملتا ہے۔ ایک مرتبہ قمر بنی ہاشم جناب عباسؑ، اور عقیلہ بنی ہاشم جناب زینبؑ اپنے عظیم والد جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے، شہزادہ دائیں جانب اور شہزادی بائیں طرف۔ امیر علیہ السلام نے شہزادہ سے فرمایا: "قل واحد" کہو: "ایک"۔ شہزادہ نے کہا: "واحد"۔ پھر فرمایا: "قُل اثنان" کہو "دو"۔ شہزادہ نے عرض کیا: "استحی ان اقول باللسان الذی قلت واحد اثنان" جس زبان سے ایک بار "ایک" کہہ دیا ہے، اب اس سے "دو" کہتے ہوئے حیا دامنگیر ہوتی ہے۔

جناب امیر علیہ السلام نے شہزادہ کا یہ موحدانہ جواب سُن کر ان کی آنکھوں پر بوسہ دیا۔ پھر جناب زینبؑ کی طرف متوجہ ہوئے۔ بی بیؑ نے معصومانہ انداز میں سوال کیا: "یا ابتاہ اتحبّناہ؟" بابا جان! کیا آپ ہم سے محبّت کرتے ہیں؟ پھر فرمایا: "نعم یا بنیہ! اولادنا اکبادنا" ہاں بیٹی! ہماری اولاد ہمارے جگر کا ٹکڑا ہے۔ بی بیؑ نے عرض کیا: "یا ابتاہ! حبّان لایجتمعان فی قلب مؤمن، حب اللہ و حب الاولاد" بابا جان! بھلا مومن کے دل میں خدا اور اولاد دونوں کی محبّت کیونکر جمع ہو سکتی ہے؟ پھر جناب امیرؑ کے جواب ارشاد فرمانے سے پہلے باپ

کی زینت بیٹی نے خود ہی یہ عقدہ یوں حل کر دیا: باباجان! آپ کا مطلب یہ ہوگا کہ: "الشفقة لنا و الحُبّ للہ خالصًا" شفقت ہمارے لیے اور محبّت خالصا خدا کے لیے؟ جناب امیر علیہ السلام اپنے شہزادے اور شہزادی کا یہ کلام حقائق ترجمان سُن کر بہت محظوظ ہوئے، اور شفقت پدری میں اضافہ ہوگیا۔ سچ ہے:

فی المهد ینطق عن سعادة جده
اثر النجابة ساطع البرهان

جناب شہزادہ کا ایمان و ایقان

جناب قمر بنی ہاشم کی بلندئ کردار وایثار اور ایمان و ایقان کا یہ عالم ہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام ان کی تعریف و توصیف میں رطب اللّسان نظر آتے ہیں۔ چنانچہ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

رحم اللہ عمی العباس فلقد آثر و ابلیٰ و فدیٰ اخاه بنفسه حتی قطعت یداه فابدله اللہ عز و جل منهما جناحین بطیر بهما مع الملائکة فی الجنة کما جعله لجعفر بن ابی طالب و ان للعباس عند اللہ منزلة یغبطه بها جمیع الشهداء یوم القیامة

خدا میرے چچا عباس پر رحمت نازل کرے جنھوں نے بڑے مصائب وشدائد جھیلے، ایثارکاری وجاں نثاری کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جان اپنے بھائی پر قربان کردی، حتی کہ اس سلسلہ میں ان کے دونوں بازو بھی قلم ہوگئے، جن کے عوض خداوند عالم نے ان کو دو پر عطا فرمائے ہیں، جن کے ذریعہ سے وہ جنّت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں، جس طرح جناب جعفر بن ابی طالبؑ کو عطا فرمائے تھے۔ خداوند عالم کے نزدیک جناب عباسؑ کا مقام اس قدر بلند ہے کہ بروز قیامت تمام شہداء ان کے اوپر رشک کریں گے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

کان عمنا العباس نافذ البصیرة صلب الایمان جاهد مع اخیه الحسین و ابلیٰ بلاءً حسنًا و مضیٰ شهیدًا

ہمارے عم بزرگوار عباس علمدارؑ کی بصیرت تیز اور ایمان (مانند چٹان) مضبُوط تھا۔ اپنے بھائی امام حسینؑ سے مل کر عظیم جہاد کیا، اور بڑے عمدہ صبروثبات کے ساتھ شدائد جنگ کو برداشت کیا، یہاں تک کہ نصرتِ امامؑ میں شہادت کے درجۂ رفیعہ پر فائز ہوئے۔

اسی طرح ائمہ اطہار علیہم السلام سے جناب شہزادہ ابوالفضلؑ کی زیارت میں جو فقرے وارد ہیں، ان سے بھی ان کے مقام ومنزلت کی بلندی کا اندازہ ہوتا ہے۔ جیسے زیارت صادقؑ کے یہ فقرے:

اشهد انك قد بالغت فی النصیحة و اعطیت غایة المجهود ...... اشهد انك لم تهن و لم تنكل و انك مضیت علیٰ بصیرة من امرك ...... فنعم الصابر المجاهد المحامی الناصر و الاخ النافع عن اخیه المجیب الیٰ طاعة ربه الراغب فیما زهد فیه غیره من الثواب الجزیل و الثناء الجمیل ...... الخ

جناب ابوالفضل کا شمار فقہاء اہلِ بیتؑ میں ہوتا تھا، چنانچہ فاضل برجندی نے لکھا ہے: "ان العباس من اکابر الفقهاء و افاضل اهل البیتؑ ......الخ" جناب عباسؑ اکابر فقہاء اور فضلائے اہلِ بیتؑ میں سے تھے۔

اسی طرح صاحب فرسان الهیجاء نے بعض کتب کے حوالہ سے ان کے بارے میں لکھا ہے: "وکان من فقهاء اولاد الائمة" جناب عباسؑ ائمہ طاہرینؑ کی اولاد میں سے فقیہ تھے۔

جناب شہزادہؑ کے اہل و عیال

جناب قمر بنی ہاشم کی زوجہ محترمہ لبابہ بنت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب تھیں۔ جن کے بطن سے جناب کے دو صاجزادے تھے۔ ایک فضل، دوسرے عبیداللہ۔ جناب کی نسل کا سلسلہ عبیداللہ سے آگے بڑھا۔ یہی قول مشہور ہے۔ مگر کتاب العباس للمقرم میں جناب کی پانچ بلکہ چھ عدد اولاد امجاد کا تذکرہ موجود ہے۔ دو تو یہی صاجزادے جو جناب لبابہ کے بطن سے تھے، تیسرے حسن، جو کہ ایک کنیز کے بطن سے تھے۔ بحوالہ معارف ابن قتیبہ، چوتھے قاسم جسے بعض کتب مقاتل نے نقل کیا ہے۔ پانچویں ایک دختر نام نہیں لکھا، بحوالہ حدائق الانس۔ چھٹے محمد، جنھیں ابن شہر آشوب نے شہداء کربلا کی فہرست میں درج کیا ہے۔ اس کے بعد مولف نے بعض تفصیلات کا ذکر کیا ہے جن کے یہاں درج کرنے کی نہ گنجائش ہے اور نہ ہی ضرورت۔ اس سلسلہ میں کتب انساب کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

کربلا میں آپؑ کی جلیل القدر خدمات

واقعہ کربلا سے پہلے بعض کتب غیر معتبرہ میں حضرت امیرالمومنینؑ کی بعض لڑائیوں میں شہزادہ ابوالفضل کی شجاعت کے بعض محیرالعقول واقعات درج ہیں لیکن وہ چونکہ ناقابلِ اعتماد ہیں، اس لیا ان کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔ البتہ شہادت سے پہلے واقعہ کربلا میں جناب شہزادہ کی جلیل القدر خدمات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

① جناب شہزادہ ہر وقت سایہ کی طرح امام علیہ السلام کے ہمراہ رہتے۔ مبادا ان کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔

② عصر عاشوراء جب لشکر اعداء ہجوم کر کے خیام حسینی کے قریب پہنچ گیا تو اس وقت امامؑ نے انہی کو بھیجا تھا کہ معلوم کریں کہ اس وقت ان کے اس طرح آدھمکنے کا مقصد کیا ہے؟ جو جناب شہزادہ کی معاملہ فہمی اور نظر امامؑ میں ان کے انتہائی قابلِ اعتماد ہونے کی دلیل ہے۔

③ شبِ عاشوراء امامؑ کے تاریخی خطبہ کے بعد جناب شہزادہ نے مومنانہ اور شجاعانہ انداز میں نصرتِ امامؑ کے عہد کی تجدید کرتے ہوئے کہا تھا: "لا ارنا الله ذلك اليوم ابدا" خدا ہمیں وہ دن کبھی نہ دکھائے کہ چشم زدن کے لیے بھی آپ کو تنہا چھوڑ کر آپؑ سے علیحدہ ہوں۔

④ اسی طرح شدتِ پیاس کے وقت جن مشکلات میں گھر کر جناب خیام حسینی میں پانی لائے تھے۔

⑤ اور روزِ عاشوراء جب عمرو بن خالد صیداوی اور ان کے ساتھی نرغۂ اعداء میں گھر گئے تھے تو بحکمِ امامؑ جس طرح قمر بنی ہاشم ان کی نصرت کے لیے میدان میں پہنچے، اور دشمنوں کے نرغہ سے ان کو نکالا یہ سب واقعات قبل ازیں اپنے اپنے مقام پر تفصیل کے ساتھ ذکر کیے جا چکے ہیں۔ جو آپ

کے کمال شجاعت و شہامت اور صلابت ایمان و استقامت ایقان پر دلالت کرتے ہیں۔

⑥ وہ واقعہ بھی جناب ابوالفضل کے کمال ایمان و ایقان اور مصائب و آلام پر صبر و استقامت کا شاہکار ہے کہ جب شمر ذی الجوشن (جو ماں کی طرف سے آپ کا رشتہ دار تھا) ابن زیاد سے جناب شہزادہ اور ان کے تینوں بھائیوں کے لیے امان نامہ لکھوکر لایا تھا۔ اور پھر خیام حسینی کے قریب آ کر بآوازِ بلند کہا: ''این بنواختنا'' ہماری بہن کے بیٹے کہاں ہیں؟ شہزادوں نے سنا، مگر کوئی جواب نہ دیا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ''اجیبوہ و ان کان فاسقا فانہ بعض اخوالکم'' جواب دو، اگر چہ وہ فاسق و فاجر ہے۔ لیکن پھر بھی تمھارا دُور کا ماموں ہوتا ہے۔ اس وقت جناب ابوالفضل نے باہر نکل کر دریافت کیا: ''ماشانک'' کیا بات ہے؟ شمر نے کہا: ''یا بنی اختی ! انتم أمنون ، فلا تقتلوا انفسکم مع اخیکم الحسین و الزموا طاعۃ امیر المومنین یزید'' اے میری بہن کے بیٹو! تمھیں امان ہے۔ تم خواہ مخواہ اپنے بھائی حسینؑ کے ہمراہ اپنی جانیں ضائع نہ کرو۔ بلکہ امیر یزید کی اطاعت قبول کرلو۔ یہ سنتے ہی جناب عباسؑ نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ فرمایا: ''تبت یداك و بئس ما جئتنا بہ من امانك یا عدو اللہ اتامرنا ان نترك اخانا و سیدنا الحسین بن فاطمۃ و ندخل فی طاعۃ اللعنا و اولاد اللعناء'' تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں او خدا کے دشمن ! تو کس قدر بُرا امان نامہ لایا ہے؟ کیا تو یہ کہتا ہے کہ ہم اپنے بھائی اور سردار حسین بن فاطمہؑ کو چھوڑ دیں، اور لعین بن لعین کی اطاعت قبول کرلیں؟ یہ جواب سُن کر شمر غیظ و غضب سے بڑبڑاتا ہوا واپس چلا گیا۔ و نعم ما قیل

اسلام کے وقار کو اونچی چٹان پر
عباسؑ کی وفا کے ہیں جھنڈے گڑے ہوئے

ابوالفضل عباسؑ کی شہادت

ارباب سیر و مقاتل میں جناب کی شہادت اور طرح مشہور ہے لیکن جناب شیخ مُفید علیہ الرحمہ اور جناب سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے اور طرح رقم فرمائی ہے۔ بطریق مشہور اس واقعہ ہائلہ کو قلمبند کرنے سے پہلے حضرت شیخ و سید کے بیان کے مطابق اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ: اصحاب و اقرباء کی شہادت کے بعد جب پیاس کا اور بھی زیادہ غلبہ ہوا تو جناب سید الشہداءؑ نے اپنی ناقہ پر سوار ہوکر دریائے فرات کا رخ کیا۔ اور شہزادہ ابوالفضل آپ کے آگے آگے حفاظت امامؑ میں مصروف جہاد ہو گئے۔ جدھر جدھر سید الشہداء رخ کرتے جناب شہزادہ بھی ادھر ہی مڑ جاتے اور داد شجاعت دیتے جاتے۔ ایک دارمی شخص نے بآوازِ بلند لشکر ابن سعد سے کہا: ''و یلکم حولوا بینہ و بین الفرات و لا تمکنوہ من الماء'' تمھیں کیا ہو گیا ہے، ان کے اور نہر فرات کے درمیان حائل ہو جاؤ، اور انھیں پانی تک نہ پہنچنے دو۔

امامؑ نے اس کا یہ گستاخانہ کلام سُن کر فرمایا:
''اللھم اظمأہ'' خداوندا اسے شدت پیاس میں مُبتلا کر۔

امامؑ کے اس کلام سے دارمی نے غضب ناک ہوکر زور سے ایک تیر مارا، جو جناب سید الشہداءؑ کے سینہ اقدس میں پیوست ہوگیا۔ جب جناب نے اسے کھینچا تو خون کا فوارہ چھوٹا۔ آپؑ نے دونوں چلو نیچے رکھے، جب خون سے بھر گئے تو فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَشْکُوْ اِلَیْکَ مَا یُفْعَلُ بِابْنِ بِنْتِ نَبِیِّکَ"

خداوندا! میں تیری بارگاہ میں اس سلوک کی شکایت کرتا ہوں، جو تیرے رسول کی دختر کے فرزند کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ (چونکہ سپاہ ابن سعد راستہ میں پرہ باندھ کر کھڑی ہوگئی تھی، اس لیے جناب سید الشہداءؑ نے آگے بڑھنے کی مزید کوشش کو بے سود سمجھ کر) واپس لوٹنے کا قصد فرمایا۔ اس اثنا میں قوم اشقیاء قمر بنی ہاشم پر ٹوٹ پڑی اور ان کو امام علیہ السلام سے علیحدہ کر دیا۔ اب شہزادہ نے تن تنہا خدمت اسلام و نصرت امام کا فریضہ انجام دیتے ہوئے زبردست جنگ کی، حتی کہ جب زخموں سے چور چور ہوکر زین فرس سے زمین پر تشریف لائے، اور لڑنے کے قابل نہ رہے تو زید بن ورقا حنفی اور حکیم بن طفیل سنبسی نے ان کو شہید کر دیا۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ

جناب ابن طاؤس کا بیان ہے: "فبکی الحسینؑ لقتلہ بکاءً شدیدًا" شہادت عباسؑ پر جناب سید الشہداءؑ پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ اسی بنا پر شاعر کہتا ہے:

احق الناس ان یبکی علیہ
فتی ابکی الحسینؑ بکربلا
اخوہ و ابن والدہ علیؑ
ابوالفضلؑ المضرج بالدماء
و من واساہ لا یثنیہ شیٔ
و جادلہ علی عطش بماء

کیفیت شہادت بطریق معروف

عموماً کتب مقاتل میں جناب ابوالفضل عباسؑ کی شہادت کی کیفیت اس طرح مرقوم ہے اور یہی ہمارے نزدیک اصح ہے کہ جب امامؑ کے تمام اصحاب و اعوان شہادت کا جام نوش کر چکے، اور جناب قمر بنی ہاشمؑ نے سید الشہداءؑ کی بے کسی اور تنہائی دیکھی تو خدمت امامؑ میں حاضر ہوکر عرض کیا: "یا اخی ھل من رخصۃ" بھائی جان! کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں؟ یہ سن کر "بکی الحسینؑ بکاءً شدیدا" جناب امام حسین علیہ السلام نے سخت گریہ و بکا کیا۔ پھر فرمایا: "یا اخی انت صاحب لوائی" بھائی جان! تم میرے علمدار ہو۔ تمھارے چلے جانے سے سب سلسلہ ہی ختم ہوجائے گا۔

جناب عباسؑ نے عرض کیا: "قد ضاق صدری و سمئت من الحیوۃ و ارید ان اطلب ثاری من ھو الاء المنافقین" (حالاتِ حاضرہ دیکھ کر) میرا سینہ تنگ ہوگیا ہے، اور زندگانی دنیا سے تنگ ہوگیا ہوں۔ اس لیے اب چاہتا ہوں کہ ان منافقوں سے انتقام لوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: "فاطلب لھؤلاء قلیلا من الماء" اچھا (اگر جنگ کا خیال ہے) تو پھر ان اطفال خورد سال کے لیے کچھ تھوڑا سا پانی لاؤ......

جناب ابوالفضلؑ گھوڑے کو ایڑ لگا کر قوم اشقیاء کے پاس تشریف لے گئے۔ اور ان کو پند و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

یا عمر بن سعد! ھذا الحسین بن بنت رسول اللہ یقول انکم قتلتم اصحابه و اخوته و بنی اعمامه و بقی فریدا مع اولاده عیاله و ھم عطاش قد احرق الظماء قلوبھم

اے پسر سعد! یہ حسینؑ دختر رسولؐ کے بیٹے فرماتے ہیں کہ تم نے ان کے اصحاب اور اعزاء کو شہید کر دیا ہے، اب وہ مخدراتِ عصمت اور اطفال خوردسال کے ساتھ یکا وتنہا رہ گئے ہیں، جن کے دلوں کو شدید پیاس نے جلا دیا ہے۔ (یعنی ان کے لیے کچھ پانی کا انتظام کر دو)

جناب قمر بنی ہاشم کے اس کلام کا یہ اثر ہوا کہ فوج مخالف کے بعض لوگ رونے لگے۔ اور بعضوں نے سر نیچے جھکا لیے۔ یہ حالت دیکھ کر شمر اور شبث بن ربعی آگے بڑھے اور کہا:

یابن ابی تراب! لو کان کل وجه الارض ماء و ھو فی ایدینا ما اسقینا کم منه قطرة واحدة الا ان تدخلوا فی بیعة یزید

اے ابوترابؑ کے بیٹے! اگر بالفرض تمام روئے زمین پر پانی ہی پانی ہو جائے، اور پھر وہ سب ہمارے قبضہ میں ہو تب بھی ہم اس وقت تک تمھیں ایک قطرہ نہ دیں گے جب تک یزید کی بیعت نہ کرو۔

ان کا یہ کافرانہ جواب سن کر جناب عباسؑ مایوس ہو کر واپس خدمت امامؑ میں پلٹ آئے اور سارا ماجرا گوش گزار کیا۔

سیدالشہداءؑ سر نیچا کر کے اس قدر روئے کہ گریبان تر ہو گیا۔ اسی اثنا میں خیام حسینی سے بچوں کی صدائے العطش العطش بلند ہوئی۔ امام علیہ السلام شہزادہ کو پانی لانے کا حکم تو پہلے ہی دے چکے تھے۔ اب بچوں کا نالہ و شیون سن کر سقائے اہلِ بیت کو تاب صبر و ضبط نہ رہی۔ آسمان کی طرف مُنہ کر کے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا:

اِلٰھِیْ وَ سَیِّدِیْ ارید ان اعتدتی و املأ لهولاء لقال قربة من الماء

میں چاہتا ہوں اپنی امکانی کوشش کو بروئے کار لاتے ہوئے ان بچوں کے لیے پانی کا ایک مشکیزہ بھر لاؤں۔ اس کے بعد مشکیزہ و تلوار ہاتھ میں لے کر اور گھوڑے پر سوار ہو کر نہر فرات کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت یہ رجز زبان پر جاری تھا:

لا ارھب الموت اذا الموت رقا
حتی اواری فی المصالیت لقا
نفسی لنفس المصطفیٰ الطھر وقا
انی انا العباس اغدو بالسقا
و لا اخاف الشر یوم الملتقی

پھر صاعقہ آتش بار کی طرح لشکر فجار کی صفوں کو چیرتے ہوئے نہر فرات کی طرف بڑھے۔ ادھر جب سپاہ ابن سعد کو فرزند حیدرِ کرارؑ کے عزم و ارادہ کا علم ہوا تو چار ہزار کا لشکر جرار جو نہر فرات پر متعین تھا، یکبارگی حرکت میں آ گیا۔ یہ حالت دیکھ کر شجاعت علویہ کے وارث نے تلوار میان سے کھینچ لی اور برق خاطف و صرصر عاصف کی مانند دشمنانِ اسلام پر ٹوٹ پڑے اور کشتوں کے پشتے لگانے شروع کر دیے۔ اور ان کی صفوں کو الٹنے پلٹنے لگے۔ چنانچہ میمنہ کو میسرہ پر اور میسرہ کو میمنہ پر الٹ دیا۔

اسی زدوخورد میں اسّی (۸۰) ناریوں کو واصل جہنم کیا۔ اس وقت یہ رجز پڑھ رہے تھے:

اقاتل القوم بقلب مهتد
اذب عن سبط النبی احمدؐ
اضربکم بالصارم المهند
حتی تحید و اعن قتال سیدیؑ
انی انا العباسؑ ذو التودد
نجل علی المرتضیؑ المؤید

شجاعت ہاشمیہ کے مالک کا یہ محیر العقول کارنامہ دیکھ کر سپاہ نے پسپائی اختیار کی، اور راستہ چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ جناب نے اپنا گھوڑا نہر فرات میں ڈال دیا۔ چونکہ شدت پیاس سے قلب و جگر کباب ہو رہے تھے "فلما اراد ان یشرب غرفة من الماء ذکر عطش الحسین واهل بیته فرمی الماء" پانی کا چلو بھرا، اور چاہا کہ پئیں لیکن معاً حسینؑ اور ان کے اہلِ بیتؑ کی پیاس یاد آ گئی (تو شاید یہ سوچ کر کہ یہ طریقہ شانِ وفا کے خلاف ہے) چلو سے پانی انڈیل دیا۔ اس کے بعد مشکیزہ پانی سے پُر کیا، باہر نکلے۔ اس وقت تک پھر فوجِ مخالف پرا باندھ کر راستہ پر کھڑی ہو چکی تھی۔ جناب ابوالفضلؑ کی پوری کوشش تھی کہ کسی طرح یہ پانی خیامِ حسینی تک پہنچ جائے۔ دوسری طرف مخالفین کی بھی بھرپور کوشش تھی کہ پانی خیام تک نہ پہنچے۔ چنانچہ فوج نے شہزادہ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ تیروں کی بارش ہونے لگی۔ مگر شیر خدا کا بیٹا حملے پر حملہ کر کے سپاہ ابن سعد کو پسپا کر رہا تھا کہ اچانک کمین گاہ سے چھپ کر ایک کمینے نوفل ارزق (اور بروایتے زید بن ورقاء) نے جناب کے دائیں بازو پر ایسا وار کیا کہ بازو قلم ہو کر زمین پر گر پڑا۔ شہزادہ نے نہایت پھرتی سے مشکیزہ کو بائیں کاندھے پر ڈالا، اور بائیں ہاتھ میں تلوار لے کر دفاع کرنا شروع کیا۔ اس وقت یہ اشعار آپ کی زبان اقدس پر جاری تھے:

و الله ان قطعتم یمینی
انی احامی ابدا عن دینی
و عن امام صادق الیقین
نجل النبی الطاهر الامین

یہ اشعار زبان پر جاری تھے اور کشت وخون کا بازار بھی گرم تھا۔ مگر بریدہ بازو سے بکثرت خون بہ جانے کی وجہ سے قدرے نقاہت کے آثار نمودار ہونے لگے تھے کہ اسی اثنا میں اس ملعون نے پھر وار کر کے جناب کا بایاں بازو بھی قلم کر دیا۔ اس وقت شہزادہ نے یہ اشعار پڑھے:

یا نفس لا تخافی من الکفار
و ابشری برحمة الجبار
مع النبی السید المختارؐ
قد قطعوا لبغیهم یساری
فاصلهم یا رب حر النار

اگرچہ شہزادہ کے دونوں بازو قلم ہو چکے تھے، اب وہ لڑنے کے قابل نہیں رہے تھے، مگر مشکیزہ کو دانتوں سے دبا کر اب بھی کوشش یہی تھی کہ کسی نہ کسی طرح پانی کا یہ مشکیزہ خیام تک سلامتی کے ساتھ پہنچ جائے۔ ہائے افسوس سقائے آل محمدؐ کی امیدوں اور آرزوؤں پر اس

وقت پانی پھر گیا جب ایک تیر آ کر مشکیزہ میں پیوست ہوگیا اور سارا پانی زمین پر بہہ گیا۔ اسی اثنا میں ایک دوسرا تیر شہزادہ کے سینۂ اقدس پر لگا، اور بروایتے حکیم بن طفیل سنبسی نے آہنی گرز اس زور سے سرِ اقدس پر مارا کہ شہزادہ کا فرقِ اقدس شگافتہ ہوگیا۔ اور اب گھوڑے کی زین پر سنبھل نہ سکے، ناچار فرشِ زمین پر تشریف لائے۔

گرتے ہوئے امام علیہ السلام کو آواز دی: "یا ابا عبداللہ علیك منی السلام" اے ابوعبداللہؑ! میرا آخری سلام قبول ہو۔

جناب سید الشہداءؑ افتاں وخیزاں جناب کی لاش پر تشریف لے گئے اور جب پیکرِ وفا اور جوان سال بھائی کو اس حال میں کشتہ دیکھا کہ ہاتھ ساتھ نہیں، سر شگافتہ ہے، بدن زخموں سے چھلنی ہے، تو روتے ہوئے فرمایا: "الآن انکسر ظهری و قلت حیلتی" عباس! اب میری کمر ٹوٹ گئی، اور رشتہ تدبیر وقوت کمزور ہوگیا۔

اب خواہ اس وجہ سے کہ عباس ایسے جوان بھائی کی موت نے کمر توڑ دی تھی، اس لیے جناب کو لاش اٹھانے کی تاب نہ تھی۔ یا اس وجہ سے کہ بوجہ کثرت جراحات لاش اٹھانے کے قابل نہ تھی۔ بہرحال جو وجہ بھی ہو، مشہور یہی ہے کہ جناب سید الشہداءؑ قمرِ بنی ہاشم کی لاشِ مقدس کو وہیں کنارِ فرات پر چھوڑ کر اور حزن وملال کے کوہِ گراں کو اٹھا کر گریاں وباکاں واپس خیام میں تشریف لائے۔

خیام میں اس قدر گریہ وبکا ہوا کہ مخدراتِ عصمت و طہارت کے نالہ وشیون سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ زمین کربلا تھر تھرا رہی ہے۔ بعض روایات کی بنا پر امامؑ نے اس مقام پر یہ اشعار پڑھے:

تعديتم يا شر قوم ببغيكم
و خالفتم دين النبی محمدؐ
اما كان خير الرسل اوصاكم بنا
اما نحن من نسل النبی المسدد
اما كانت الزهراءؑ امی دونكم
اما كان من خير البرية احمدؐ
لعنتم و اخزيتم بما قد جنيتم
فسوف تلاقو حرّ نار توقد

باب المتفرقات

حضرت امام علی علیہ السلام محافظ اسلام

آیت اللہ سید محمد حسین فضل اللہ اعلی اللہ مقامہ

امام علیؑ خانہ کعبہ میں

خداوند متعال ارشاد فرماتا ہے:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (سورۃ البقرہ: ۲۰۷)

"اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو اپنے نفس کو پروردگار کی مرضی کی خاطر بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے"۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ (المائدۃ: ۵۵)

"ایمان والو! تمہارا ولی بس اللہ ہے اور اس کا رسول، اور وہ صاحبانِ ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں"۔

۱۳ رجب امیرالمومنین حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کا روز ولادت باسعادت ہے۔ وہ ولادت باسعادت جس کے ذریعے خداوند متعال نے علیؑ کو عظمت اور احترام بخشا۔ کیونکہ مؤرخین کے درمیان یہ بات مشہور ہے کہ آپؑ کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔ آپؑ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی اور کی ولادت یہاں نہیں ہوئی جو کہ ایک عظیم معنی کی جانب اشارہ ہے۔ کیونکہ اس انسانِ کامل کی پوری زندگی خانہ خدا اور راہِ اسلام میں بسر ہوگی۔ اور وہ دین کے قیام اور اسلام کی عزت قدر اور عظمت کی خاطر سخت جدو جہد کا مظاہرہ کرے گا۔

حضرت امام علیؑ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنہیں جنگ و جدال سے محبّت ہوا کرتی ہے لیکن آپؑ اسلام کے حوالے سے احساسِ ذمہ داری کے ایک ایسے بلند مقام پر فائز ہیں کہ اپنی پوری زندگی میں جب کبھی آپؑ نے اسلام کو خطرے سے دوچار دیکھا اور اسے مدد کا محتاج پایا تو اسلام کی مدد کے لیے خدا کی ندا پر لبیک کہا اسی بناپر امام علیؑ کا جہاد بھی آپ کی نماز ہی کی مانند تھا، جسے آپؑ خدا کے لیے بجالاتے تھے۔ آپ کی سرگرمیوں کا محور لوگوں میں عقل و شعور پیدا کرنا، ان کی تعلیم و تربیت کرنا اور ان کے علم و دانش میں اضافہ کرنا تھا حضرت امام علیؑ کا غیر معمولی صبر اسلام کے لیے ایک ایسی نماز تھا جو خدا کے لیے ادا کی گئی ہو۔ کیونکہ نماز ان تمام اعمال کی عکاسی کرتی ہے جو انسان قربِ الٰہی کے لیے انجام دیتا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ حضرت علیؑ کا بچپن رسول مقبولؐ کی محبّت و شفقت بھری آغوش میں بسر ہوا۔ آپؑ نے اپنے والدین کی آغوش میں پرورش نہیں پائی۔ کیونکہ رسولِ خداؐ نے حضرت علیؑ کو اپنی سرپرستی میں لے لیا تھا۔ رسولِ خداؐ نے دیکھا کہ آپؑ کے چچا حضرت ابوطالبؑ کثیر العیال ہیں اور اس کی وجہ سے ان پر بھاری مالی بوجھ ہے، لہٰذا آپؐ نے حضرت علیؑ کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ خداوند عالم کے ساتھ پیغمبرؐ کے راز و نیاز، اس کی جانب دعوت

اور اس کے بارے میں غور و فکر میں حضرت علیؑ پیغمبر خداؐ کے ساتھ ساتھ تھے۔ جب رسولِ خداؐ غارِ حرا میں غور و فکر میں مشغول تھے تو حضرت علیؑ ان کے ہمراہ تھے۔ رسولِ خداؐ نے حضرت علیؑ کے قلب و عقل اور ایک ایک چیز کی تربیت کی تھی۔

حضرت علیؑ نے ہمیں بتایا ہے کہ رسالت سے پہلے خداوند متعال نے ایک عظیم فرشتے کو پیغمبر اکرمؐ پر مامور کر دیا تھا تاکہ وہ آپؐ کی پرورش کرے۔ حضرت علیؑ نے اسی ماحول میں زندگی بسر کی۔ آپؑ اپنے بچپنے کے بارے میں فرماتے ہیں: ''مَیں آپؐ کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے لگا ہوتا ہے''۔ آپؐ روزانہ اخلاقِ حسنہ سے روشناس کراتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے۔ یعنی مَیں اسی راہ پر چلتا جس پر مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے یعنی میں اسی راہ پر چلتا جس پر وہ رواں ہوتے تھے اور اسی طرح چلتا تھا جس طرح وہ چلتے تھے جس طرح وہ مناجات کرتے تھے میں بھی اسی طرح مناجات کیا کرتا تھا جس طرح وہ غور و فکر کرتے تھے اسی طرح میں بھی غور و فکر کیا کرتا تھا اسی طرح حضرت علیؑ کی شخصیت رسولِ خداؐ کی شخصیت کی تمام خصوصیات کی حامل تھی اور یوں آپؐ کی عقل اور آپؐ کا قلب رسولِ خداؐ کی عقل اور قلب بن گیا۔

اِسلام، عقل اور قلب:

حضرت علیؑ نے رسولِ خداؐ کی آغوشِ تربیت میں بچپنے ہی میں بزرگی حاصل کر لی۔ لہٰذا جب رسولِ خداؐ نے اعلانِ رسالت فرمایا تو حضرت علیؑ نے فوراً تصدیقِ نبوت کی جبکہ ابھی آپؐ کی عمر مبارک محض دس برس تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام اپنی پوری حقانیّت کے ساتھ وجودِ علیؑ میں جلوہ گر ہو چکا تھا۔ اسلام یعنی عقل اور قلب اور زندگی کا خداوند متعال کے سامنے تسلیم ہو جانا، کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کا اسلام ایک بچگانہ عمل تھا، جبکہ درحقیقت یہ ایک ایسی عظیم ہستی کی طرف اسلام کی تصدیق تھی کہ جس کی پرورش خود رسولِ کریمؐ نے فرمائی تھی۔

حضرت علیؑ رسولِ خداؐ کے گھر میں ہی رہا کرتے تھے۔ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو پیغمبرؐ علیؑ کو اس کی تعلیم دیتے اور جب جبرائیل امینؑ پیغمبرؐ پر نازل ہوتے تو علیؑ بھی وحی سنتے۔ خود پیغمبرؐ نے علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ! جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، فرق صرف اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو۔

حضرت علیؑ فرماتے تھے: حضرت رسول خداؐ کے علاوہ کسی اور نے مجھ سے پہلے نماز نہیں پڑھی۔ آپؑ رسولِ مقبولؐ کی اقتداء میں نماز پڑھتے اور حضرت خدیجہ بھی ان دونوں کے پیچھے نماز پڑھا کرتیں۔ ایک مرتبہ وہاں سے حضرت ابوطالبؑ کا گزر ہوا، انھوں نے دیکھا کہ علیؑ پیغمبرؐ کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے ایک اور فرزند جعفر سے کہا: اے جعفر! اپنے چچازاد کے ساتھ نماز پڑھو۔ اس طرزِ عمل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ مؤمن آلِ فرعون کی مانند تھے۔ جنھوں نے رسولِ خداؐ کی حمایت کی خاطر اپنے ایمان کو چھپا رکھا تھا۔ اس کے باوجود بعض مسلمان عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت ابوطالبؑ نے (نعوذ باللہ) حالتِ کفر میں وفات پائی تھی۔ لیکن جب ہم حضرت ابوطالبؑ کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ اسلام کی بلندی پر فائز تھے اور پیغمبرؐ کے ہم راہ گامزن تھے۔

حضرت علیؑ رسولِ خداؐ کے ساتھ ساتھ رہے اور آپؑ

سے کسبِ علم کیا، یہاں تک کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا:
"مَیں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں"۔

حضرت علیؑ کا ارشاد ہے: "رسولِ خداؐ نے میرے سامنے علم کے ہزار دروازے کھولے جن میں سے میں نے ہر دروازے سے مزید ہزار دروازے کھولے"۔

حضرت علیؑ اپنے پورے کردار، کلام، اعمال، تعلقات اور جنگ و صلح میں حق خو تھے۔ انھوں نے اپنا آپ خدا کو فروخت کیا۔ جیسا کہ مُفسّرین نے ذکر کیا ہے یہ آیت حضرت علیؑ کے بارے میں نازل ہوئی تھی جبکہ شب ہجرت علیؑ پیغمبرؐ کی مدد کے لیے ان کے بستر پر سوئے تھے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ (سورة البقرہ: ۲۰۷)

"اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو اپنے نفس کو پروردگار کی مرضی کی خاطر بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے"۔ (البقرہ: ۲۰۷)

اِسلام کا علیؑ کے وجود میں سمٹ آنا:

پیمغبرؐ پر جو جنگیں مُسلّط کی گئیں ان تمام جنگوں میں علیؑ رسولِ خداؐ کے ساتھ ساتھ تھے۔ علیؑ اسلام کے اولین مرد جری تھے۔ باوجودیکہ آپؑ نے فنونِ جنگ کی کوئی خاص تعلیم حاصل نہ کی تھی لیکن اسلام سے وفاداری کے سلسلے میں حضرت علیؑ کا عزم راسخ اور ایمان کی راہ پر کاربند رہنے کی خاطر آپؑ کی شجاعت اس بات کا سبب بنی کہ آپؑ نے بہترین سورماؤں سے زیادہ بہتر جنگ کا مظاہرہ کیا۔ جنگ بدر میں مشرکین کی آدھی تعداد آپؑ کے ہاتھوں ماری گئی۔ اور دوسری آدھی تعداد کے قتل میں بھی آپؑ دیگر مُسلمانوں کے ساتھ شریک تھے۔
یہاں تک کہ جبرائیلؑ کو کہنا پڑا کہ:

لا فتی الا علیؑ و لا سیف الا ذوالفقار

جس طرح رسولِ خداؐ نے حضرت علیؑ کے فضائل بیان فرمائے اس طرح اپنے کسی اور صحابی کے بارے میں نہیں فرمایا۔ حالانکہ وہ سن وسال کے لحاظ سے علیؑ سے بڑے تھے۔ پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا:
"علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ اور علیؑ جہاں جاتے حق ان کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے"۔ نیز فرمایا:
"اے علیؑ! کیا آپؑ کو یہ بات پسند نہیں کہ میری اور آپؑ کی نسبت ہارونؑ اور موسیٰؑ کی نسبت جیسے ہے، بجزاس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

واضح رہے کہ حضرت علیؑ کے بارے میں رسولِ خداؐ کے کلمات کی بنیاد جذباتی نہیں، کیونکہ خداوند متعال کے قول کے مطابق پیغمبرؐ جو تمام علم، تمام اخلاص، تمام ایمان اور تمام اسلام کے مالک ہیں، جنگ احزاب میں جب عمرو بن عبدود نے مُسلمانوں کو مبارزے کے لیے طلب کیا اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر رجز پڑھا تو پیغمبرؐ نے فرمایا: "جو کوئی عمرو کے مقابلے پر جائے گا، مَیں اس کے لیے خدا کی طرف سے جنّت کی ضمانت لیتا ہوں"۔
آپؐ نے تین مرتبہ یہ فرمایا اور تینوں مرتبہ علیؑ کے علاوہ کوئی نہ اٹھا۔ اس موقع پر رسولِ خداؐ نے حضرت علیؑ کو وداع کرتے ہوئے فرمایا: "بارِالٰہا! مجھے تنہا نہ چھوڑنا کہ تو بہترین وارث ہے"۔ آپؐ کی اس دعا کی وجہ یہ تھی کہ علیؑ رسولِ خداؐ کے قوتِ بازو تھے اور اگر شہید ہو جاتے تو پیغمبرؐ تنہا رہ جاتے۔ جب حضرت علیؑ عمرو بن عبدود کے ساتھ جنگ کے لیے روانہ ہوئے تو رسولِ خداؐ نے فرمایا:
"کل ایمان کل کفر کے مقابلے میں جارہا ہے"۔ کیونکہ تمام اسلام حضرت علیؑ کے وجودِ اقدس میں سمایا ہوا تھا، اور کل

کفر عمرو بن عبدود کے رُوپ میں ظاہر ہوا تھا۔ جب حضرت علیؑ نے عمرو پر فتح پائی تو پیغمبرؐ نے فرمایا: ''خندق کے دن علیؑ کی ضربت ثقلین کی عبادت سے افضل ہے''۔ کیونکہ آپؑ کی ضربت نے جن وانس کے لیے اسلام کو محفوظ کیا''۔ جب علیؑ نے اس جنگ میں مشرکین کو شکست دی، اس وقت مشرکین مدینے کو اپنے ہدف بنانا چاہتے تھے۔ لہٰذا اس موقع پر علیؑ کے حق میں ادا ہونے والے کلمات وحی تھے۔

جب پیغمبر اسلامؐ کا وقت وصال قریب آیا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں خبر دی کہ آپؐ کی اجل نزدیک ہے تو آپؐ حجۃ الوداع کے بعد مُسلمانوں کو غدیر کے مقام پر جمع کیا اور حضرت علیؑ کا ہاتھ بلند کیا۔ یہاں تک کہ ان دونوں کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور اس حال میں فرمایا:

''اے مُسلمانو! کیا میں مومنین پر خود ان سے زیادہ اولیت نہیں رکھتا؟ حاضرین نے کہا: واللہ ہاں یارسول اللہؐ!'' تو آپؐ نے فرمایا: ''بارِ الٰہا! گواہ رہنا جس کسی کا میں مولا ہوں، یہ علیؑ اس کے مولا ہیں۔ بارِ الٰہا! جو کوئی علیؑ سے محبّت کرے تو اس سے محبّت رکھنا اور جو کوئی علیؑ سے دشمنی رکھے اسے تو بھی دشمن رکھنا اور جو کوئی ان کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد فرمانا اور جو کوئی انھیں چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دینا اور حق کو ان کے ساتھ رکھنا جہاں یہ جائیں''۔

یہ کلمات حضرت علیؑ کی حاکمیّت اور سرپرستی پر دلالت کرتے ہیں۔ حضرت رسولِ خداؐ چاہتے تھے کہ علیؑ کی ولایت اور حاکمیّت کو مستحکم کردیں، تاکہ اسی طرح جیسے ان کی حیات اور قیامدت میں علیؑ نے اسلام کی حفاظت کی، آپؐ کے وصال کے بعد بھی اسی طرح اس کی حفاظت کریں۔

حضرت علیؑ اسلام کے مدد گار:

لیکن رسولِ خداؐ کی رحلت کے بعد حالات نے پلٹا کھایا اور حضرت علیؑ اپنے حق سے محروم کر دیے گئے۔ اس زمانے کے دشوار حالات کے باوجود علیؑ نے محسوس کیا کہ خلافت سے دور رکھے جانے کے باوجود انھیں اسلام کی مدد کرنی چاہیے۔ لہٰذا آپؑ نے کسی ناگواری کو خاطر میں لائے بغیر خلفاء وقت کو نصیحت اور رائے دینے سے دریغ نہ کیا۔ آپؑ فرماتے تھے کہ: ''خدا کی قسم! جب تک مُسلمانوں کے امور کا نظم ونسق برقرار رہے گا اور صرف میری ہی ذات ظلم وجور کا نشانہ بنتی رہے گی میں نباہ کرتا رہوں گا۔ حضرت علیؑ کا لائحہ عمل تھا کہ آپؑ مُسلمانوں کو ہر قسم کی کمزوری اور انتشار وافتراق سے محفوظ رکھیں۔ آپؑ نے اہل مصر کے نام اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا: ''مگر ایک دم میرے سامنے یہ منظر آیا کہ لوگ فلاں شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے دوڑ پڑے۔ ان حالات میں مَیں نے دیکھا کہ منحرف ہونے والے اسلام سے منحرف ہوکر محمدؐ کے دین کو مٹا ڈالنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اب مَیں ڈرا کہ کوئی رخنہ یا خرابی دیکھتے ہوئے اگر مَیں اسلام اور اہل اسلام کی مدد نہ کروں گا تو یہ میرے لیے اس سے بڑھ کر مصیبت ہوگی۔ جتنی یہ مصیبت کہ تمھاری یہ حکومت میرے ہاتھ سے چلی جائے جو کہ تھوڑے دنوں کا اثاثہ ہے۔ اس کی ہر چیز زائل ہو جائے گی جس طرح کہ سراب بے حقیقت ثابت ہوتا ہے یا جس طرح بدلی چھٹ جاتی ہے۔ چنانچہ مَیں ان بدعتوں کے ہجوم میں اُٹھ کھڑا ہوا، یہاں تک کہ باطل دب کر فنا ہوگیا اور دین محفوظ ہوکر تباہی سے بچ گیا''۔

(نہج البلاغہ، مکتوب: ۶۲)

ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے باوجود امام علیؑ نے اسلام کی مدد جاری رکھی ۔ جب آپؑ نے زمامِ خلافت ہاتھ میں لی تو کچھ لوگوں نے ان کی راہ میں روڑے اٹکانے شروع کر دیے، اس بارے میں آپؑ فرماتے ہیں:

"جب میں نے زمامِ امور ہاتھ میں لی تو ایک گروہ نے ظلم و ستم کا مظاہرہ کیا۔ گویا انھوں نے خدا کا یہ کلام سنا ہی نہ تھا جس میں اس نے فرمایا:

تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقين (القصص: ۸۳)

"ہاں! خدا کی قسم انھوں نے سنا تھا اور وہ جانتے تھے لیکن دنیا ان کی نگاہوں کے سامنے جلوہ افروز ہوئی اور دنیا کی زینتیں انھیں بھلی دکھائی دیں ۔ لیکن اس خدا کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور اسے حیات بخشی ۔ اگر لوگوں کی موجودگی نہ ہوتی اور مدد کرنے والوں کے ذریعہ مجھ پر حجت تمام نہ ہوگئی ہوتی اور خدا نے علما سے یہ عہد نہ لیا ہوتا کہ وہ ظالموں کی شکم سیری اور مظلوموں کی بھوک پر خاموش نہیں رہیں گے تو میں اس کی رسّی کو اسی کی پشت پر ڈال دیتا اور اس کے آخر کو بھی اسکے اوّل کی طرح سیراب کرتا ۔ کیونکہ تمھاری دنیا میرے نزدیک بکری کے چھینک سے بھی زیادہ بے قیمت ہے ۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۳)

حضرت علیؑ کے ایک صحابی ضرار بن حمزہ ضبابی کی امیرالمومنین حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد معاویہ سے ملاقات ہوئی تو معاویہ نے ان سے حضرت علیؑ کے بارے میں پوچھا، انھوں نے جواب دیا: جب رات اپنا پردہ پھیلا دیتی، میں علی کو محرابِ عبادت میں دیکھتا کہ آپؑ اپنی ریش مبارک ہاتھ میں تھامے مارگزیدہ شخص کی مانند تڑپ رہے ہوتے اور اسی حالت میں روتے اور فرماتے: "اے دنیا! تو میری طرف آئی ہے ۔ تو نے اپنے آپ کو میرے سامنے پیش کیا ہے اور میری طرف اشتیاق کا مظاہرہ کیا ہے ۔ جا اور جا کر میرے غیر کو فریب دے ۔ مجھے تیری ضرورت نہیں ہے ۔ میں نے تجھے تین طلاقیں دی ہیں، جن کے بعد رجوع کی گنجائش ہی نہیں ہوتی ۔ کیونکہ تیری زندگی مختصر، تیرا پانا آسان اور تیری آرزو حقیر ہے ۔ آہ! زادِ راہ کی کمی، منزل کی دوری اور راستے کی طوالت"۔

روایت ہے کہ معاویہ ضرار کی یہ گفت گو سن کر رونے لگا۔

حضرت علیؑ! ہمیشہ خدا کے لیے جیے اور خود کو خدا کے لیے فروخت کر دیا۔ حتیٰ کہ جب بدبخت ابن ملجم لعین نے محرابِ مسجد میں آپؑ کے سر پر وار کیا تو فرمایا: "بسم الله و بالله و علی ملة رسول الله فزت و رب الکعبه" ۔ گویا آپؑ اپنی پوری زندگی اس بات کے متمنّی رہے کہ آپؑ کی حیات کا اختتام پروردگارِ عالم کی محبّت اور رضا کے ہمراہ ہو۔ خداوند عالم حضرت علیؑ سے ایسی محبّت کرتا ہے جیسے محبّت رسولؐ کے سوا کسی اور سے نہیں کرتا۔ اسی لیے جنگ خیبر میں پیغمبرؐ نے آپؑ کے بارے میں فرمایا:

" کل میں اس شخص کو علم دوں گا جس سے خدا اور اس کا رسولؐ محبّت کرتے ہیں، اور وہ بھی خدا اور اس کے رسولؐ سے محبّت کرتا ہے، جو پے در پے حملے کرتا ہے راہِ فرار اختیار نہیں کرتا اور اس وقت تک واپس نہیں آتا جب تک خدا اس کے ہاتھ پر فتح و کامیابی ظاہر نہ کر دے ۔ اسی بناء پر ہم حضرت علیؑ سے محبّت کرتے ہیں ۔ ان کی امامت اور ولایت پر اعتقاد رکھتے ہیں ۔ ہم اب بھی حضرت علیؑ سے درس لیتے ہیں ۔ کیونکہ وہ آج بھی ہمارے درمیان موجود ہیں اور ہمارے تمام حوادث، مواعظ اور کارکردگی میں حاضر ہیں۔

(بشکریہ سہ ماہی "المخزن" ملتان، اپریل تا جون ۲۰۱۳ء)

بقیہ حضرت امام حسین علیہ السلام

بھی ادا فرمائی جس پر جنابِ سیدہؑ رونے لگیں۔

(الدمعۃ الساکبہ، عاشر بحار)

ایک روایت میں وارد ہے کہ آنحضرتؐ نے روتے ہوئے تین بار فرمایا: "لعن الله قوما هم قاتلوك يا بني"۔ اے بیٹا! خدا اس قوم پر لعنت کرے جو تجھے قتل کرے گی"۔ (امالی شیخ صدوق)

اَللّٰهُمَّ الْعَنْ قَتَلَةَ الْحُسَيْنِ وَاَصْحَابِهٖ وَاٰلِهٖ

بقیہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے

وہ غیر خدا کے لیے کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟

لہٰذا علم مبارک، تعزیہ مبارک، ذوالجناح مبارک اور مشاہد مقدسہ و مزاراتِ منورہ کو سجدۂ تعظیمی کرنے سے اجتناب واجب و لازم ہے۔ ہاں اگر مشرف بزیارت ہونے کے بعد اس سعادتِ عظمیٰ کے حصول پر خالق کا سجدۂ شکر ادا کیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے۔

خریداران سے گزارش

جن حضرات کے ذمے دقائق اسلام کا سالانہ چندہ واجب الادا ہے وہ دقائق اسلام کو مالی بحران سے بچانے کے لیے بذریعہ منی آرڈر فوری طور پر سالانہ چندہ بنام مدیر ارسال فرمادیں۔ شکریہ

بقیہ باب التفسیر

کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ان حضرات کے مقام و مرتبہ میں فرق نہیں کرنا چاہیے، وہ سب کا الگ الگ ہے۔ خدا اور رسول تو کیا برابر ہوں گے۔ وہ خالق ہے اور یہ اس کی مخلوق۔ ہم تیسرے پارہ کی ابتداء میں تفصیل کے ساتھ یہ حقیقت بیان کر چکے ہیں کہ خالق حکیم نے کائنات میں کوئی بھی دو چیزیں برابر پیدا نہیں کی ہیں۔ لہٰذا سب رسول و نبی بھی برابر نہیں ہیں۔ "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ"۔ خدا نے رسولوں کے درجے بھی مختلف بنائے ہیں اور بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

وھذا اوضح من ان یخفی

Registered No. (G) H.C/722

اندرون و بیرونِ ملک اہل ایمان سے اپیل

جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا

جامع مسجد کی تعمیر نو ہو رہی ہے

لہٰذا مومنین مسجد کی تعمیر میں حصہ لے کر ثوابِ دارین حاصل کریں

تمام رقوم درجِ ذیل اکاؤنٹ نمبر میں بھجوائیں

08940007113901

حبیب بینک گل والا چوک سرگودھا

پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا